بسم اللہ الرحمن الرحیم

ضمیمہ جات بابت پارہ بست و یکم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۴۱

التوحید میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا نے اپنے بندوں پر نماز کو محافظ مقرر کیا ہے کہ جب تک آدمی نماز پڑھتا ہے گناہ سے محفوظ رہتا ہے۔ پھر اُن جناب نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کافی میں ہے کہ سعد خفاف نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا۔ اے مولا! کیا قرآن بھی کلام کرتا ہے۔ یہ سُن کر حضرت نے تبسم کیا اور فرمایا خدا ہمارے ضعفاء شیعہ پر رحمت نازل کرے کہ وہ ہمارے مطیع ہیں۔ اے سعد! (قرآن کا تو ذکر ہی کیا ہے) نماز بھی باتیں کرتی ہے اور اُس کے لئے صورت بھی ہے اور خلقت بھی۔ وہ حکم بھی دیتی ہے اور منع بھی کرتی ہے۔ سعد کہتا ہے کہ یہ سُنکر تو میرا رنگ متغیر ہوگیا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ بات تو میں کسی آدمی سے بھی بیان نہ کروں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے شیعوں کے سوا اور کسی میں انسانیت ہی نہیں ہے۔ جس نے نماز کو نہ پہچانا وہ ہمارے حق کا منکر ہے۔ اے سعد! میں تم کو قرآن کا کلام سُناؤں؟ میں نے عرض کی آپ پر خدائے تعالےٰ کا درود و سلام ہو ضرور سُنائیے۔ حضرت نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ پھر فرمایا کہ نماز کا منع کرنا یہ تو اُس کا کلام ہے۔ (اور) فحشاء اور مُنکر سے مخصوص لوگ مراد ہیں اور ذکرِ خدا سے ہم اہلبیتِ رسالت مُراد ہیں (اور) ہم ہی اکبر (یعنی سب سے زیادہ بزرگ) ہیں

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی۔ الفحشاء والمنکر سے مراد حضرتِ اوّل اور جنابِ ثانی ہیں اس لئے کہ دونوں صاحب از روئے صورت و سیرت مجسّم بے حیائی و بدکاری تھے اور اصلی نماز وہی ہے جو ان دونوں کی محبّت سے باز رکھے اور المعروف سے مراد ویسی ہی نماز ہے۔

قولِ مترجم۔ اس سے زیادہ بے حیائی کیا ہوگی کہ فخرِ مریم و حوّا۔ صدیقۂ کبرےٰ۔ بتولِ عذرا جناب سیدہ فاطمہ زہرا بنتِ رسولِ خدا علیہا التحیۃ والثناء کو جن کی تعظیم کے لئے خود آنحضرت سرو قد کھڑے ہو جایا کرتے تھے معاملۂ فدک میں رُو در رُو جھٹلایا۔ اور اس طرح خود کو موردِ لعنت بنالیا۔ رہا منکر وہ اتفاق سے ثانی کے مشہور نام کا ہم عدد بھی ہے۔ اور قیامت کے دن اس کی دوستی اور جان پہچان کا ہر مُرید اسی طرح مُنکر ہوگا جس طرح دنیا میں کوئی شخص کسی بدی

کا مرتکب ہو کر بھی اُس کا اقرار نہیں کیا کرتا۔ اس طرح ہر مُرید تو مُنکر ثابت ہوگا اور وہ گورو گھنٹال خلیفہ جی مُنکر۔

طبرسی نے روائیت کی ہے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ آیا نماز اُس کی قبول ہوئی یا نہیں۔ اُس کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ آیا نماز نے اُس کو فحشاء اور منکر سے باز رکھا ہے یا نہیں۔ پس جس قدر اُس نے اُسے فحشاء اور منکر سے باز رکھا ہوگا اُتنی ہی اُس کی نماز قبول ہوئی ہوگی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۵۰

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ابوبکر کے پاس سے جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام تو دولت سرا کو تشریف لے گئے۔ اور جناب سیدۂ روضۂ جنابِ رسولؐ خدا کی طرف روانہ ہوگئیں۔ جب روضہ میں داخل ہوئیں تو جنابِ رسولؐ خدا کی قبر اطہر کا طواف کرنے لگیں۔ اثنائے طواف میں رو رو کے یہ مرثیہ پڑھتی تھیں اور بین جگر خراش کرتی تھیں۔ نوحہ

اِنَّا فَقَدْنَاكَ فَقْدَ الْاَرْضِ وَابِلَهَا	وَاخْتَلَّ قَوْمُكَ فَاشْهَدْهُمْ وَلَا تَغِبْ

بابا! آپ ہم سے ایسے جُدا ہوگئے جیسے قحط کے زمانہ میں زمین سے بارش جُدا رہتی ہے۔ آپ کی قوم میں خلل پیدا ہوگیا ہے۔ پس آپ اُن کے شاہد رہیں اور غائب نہ ہوں۔

قَدْ كَانَ بَعْدَكَ اَنْبَاءٌ وَهَنْبَثَةٌ	لَوْ كُنْتَ شَاهِدَهَا لَمْ تَكْثُرِ الْخُطَبُ

آپ کے بعد طرح طرح کی دُشواریاں اور مصیبتیں پیش آئیں۔ اگر آپ اُن کے دیکھنے والے ہوتے تو مصیبتیں اتنی نہ پڑتیں۔

قَدْ كَانَ جِبْرِيْلُ بِالْاٰيَاتِ يُؤْنِسُنَا	اِذْ غِبْتَ عَنَّا فَنَحْنُ الْيَوْمَ نُغْتَصَبُ

ایک زمانہ وہ تھا کہ جبرئیلؑ ہم کو آیاتِ قرآنی سُنا کر تسلی دیا کرتے تھے۔ بابا! آپ کی وفات کے بعد ایک زمانہ ایسا آگیا کہ لوگ ہمارا حق غصب کر رہے ہیں۔

فَكُلُّ اَهْلٍ لَهٗ قُرْبٰى وَمَنْزِلَةٌ	عِنْدَ الْاِلٰهِ عَلَى الْاَدْنَيْنَ تَقْتَرِبُ
اَبْدَتْ رِجَالٌ لَنَا نَجْوٰى صُدُوْرِهِمْ	لَمَّا مَضَيْتَ وَحَالَتْ دُوْنَكَ الْكُتُبُ

ہر ایک نبی کے اہل بیت کو تمام آدمیوں سے زیادہ خدا کے نزدیک قرب و منزلت حاصل ہے۔

لیکن اے بابا! آپ کے انتقال کے بعد جبکہ ہمارے اور آپ کے مابین مٹی کا ٹیلہ حائل ہو گیا۔ تو لوگوں نے اپنے دلوں کی پوشیدہ باتیں ہمارے بارے میں ظاہر کر دیں۔

فَقَدْ رُزِيْنَا بِمَا لَمْ يُرْزَهُ اَحَدٌ	مِنَ الْبَرِيَّةِ لَا عُجْمٌ وَّ لَا عَرَبُ

بابا! ہم پر ایسی مصیبتیں پڑی ہیں جو تمام مخلوق میں سے کسی پر نہیں پڑیں نہ عرب پر نہ عجم پر۔

فَقَدْ رُزِيْنَا بِهٖ مَحْضًا خَلِيْقَتُهٗ	صَافِي الضَّرَائِبِ وَالْاَعْرَاقِ وَالنَّسَبُ

ہم لوگ ایسے بزرگوار کی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں جن کے اخلاق ہر طرح خالص تھے۔ اور اُن کے خصائل۔ اصول اور اُن کا حسب ونسب پاک و پاکیزہ تھا۔

فَاَنْتَ خَيْرُ عِبَادِ اللّٰهِ كُلِّهِمْ	وَاَصْدَقُ النَّاسِ حِيْنَ الصِّدْقِ وَالْكَذِبُ

اے بابا! آپ خدا کے تمام بندوں سے افضل ہیں اگرچہ سارا زمانہ جھوٹ بولے یا سچ کہے مگر آپ سب سے زیادہ سچے ہیں۔

فَسَوْفَ نَبْكِيْكَ مَا عِشْنَا وَ مَا بَقِيَتْ	مِنَّا الْعُيُوْنُ بِتَهْمَالٍ وَّ تَنْسَكِبُ

اے بابا! جب تک ہم زندہ ہیں آپ کے غم میں روتے رہیں گے اور جب تک ہماری آنکھیں باقی رہیں گی برابر وہ آنسوؤں کا مینہ برساتی رہیں گی۔

سَيَعْلَمُ الْمُتَوَلِّيْ ظُلْمَ هَامَتِهَا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنّٰى سَوْفَ يَنْقَلِبُ

اس خاندان کے سرگروہ پر ظلم کرنے کا جو مہتمم بنا ہے قریب ہے کہ اُس کو معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کے دن اُس کا ٹھکانا کہاں ہو گا۔

امامؑ فرماتے ہیں۔ پس ابو بکر اپنے گھر چلا گیا اور اُس نے عمر بن خطاب کو بُلا بھیجا۔ جب وہ آ گیا تو ابو بکر نے اُس سے کہا میں نے علیؑ ابن ابیطالب کو کبھی ایسا برتاؤ کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ آج کے جلسہ میں اُنہوں نے میرے ساتھ سلوک کیا۔ اگر وہ ہمارے جلسہ میں بیٹھ کر ایسی ہی باتیں کیا کریں گے تو وہ ضرور ہماری حکومت میں خرابی پیدا کر دیں گے اب تمہاری کیا رائے ہے؟ عمر بولا علیؑ کو قتل کرا دے۔ خلیفہ جی نے کہا علیؑ کو قتل کون کر سکتا ہے؟ اُس نے کہا خالد بن ولید۔ چنانچہ دونوں نے خالد کو بُلوایا۔ جب وہ آیا تو اُس سے

کہا کہ اے خالد! ہم تجھ سے ایک بڑا کام لینا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا جو کام تمہارا جی چاہے مجھ سے لو گو وہ علیؑ ابن ابیطالب کا قتل ہی کیوں نہ ہو۔ اُنہوں نے کہا کام تو یہی ہے خالد نے کہا یہ بتاؤ کہ میں اُن کو قتل کب کروں؟ ابوبکر بولا جب وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائیں تو تم اُن کے پہلو میں جا کھڑے ہونا۔ اور جب میں سلام پھیروں تم فوراً اُٹھ کر اُن کی گردن اُڑا دینا۔ خالد نے کہا بہت اچھا۔ یہ باتیں اسماء بنت عمیس نے سُن لیں۔ وہ اُس وقت ابوبکر کے نکاح میں تھیں۔ اُنہوں نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تو حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور جناب فاطمۂ زہرا کی خدمت میں جا اور اُن دونوں کو میرا سلام کہنے کے بعد یہ آیت سُنا آ اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ (دیکھو صفحہ ۶۱۷ سطر ۹) (لونڈی نے تعمیلِ حکم کی تو) جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نے سُنکر فرمایا۔ تو جواب میں کہہ دیجیو اِنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ مَا یُرِیْدُوْنَ۔ (خداوند عالم اُن کے اور اُن کے ارادہ کے مابین حائل ہو جائے گا) پھر وہ حضرتؑ اُٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرما کر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر کے پیچھے نماز میں کھڑے ہو گئے۔ خالد بن ولید بھی تلوار حمائل کئے برابر آ کھڑا ہوا۔ پس جب ابوبکر تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھا تو اپنے حکم دینے پر نادم ہوا اور فتنہ و فساد اور حضرت علی علیہ السّلام کی شجاعت سے وہ خوف زدہ ہو گیا بہت دیر تک سوچتا رہا اور سلام پھیرنے کی جسارت نہ کرسکا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ کہیں ابوبکر کو نماز میں سہو ہو گیا۔ بالآخر وہ خالد کی طرف مُنہ کر کے کہنے لگا۔ میاں خالد! سُنتے ہو جو حکم میں نے تمہیں دیا تھا اُس کی تعمیل نہ کرنا۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ۔

(اقولِ مترجم) حضرات اہل سنت جو سلام سے پہلے ہی اِدھر اُدھر مُنہ پھرا لیا کرتے ہیں ظاہراً اُس کی اصل یہیں سے ظاہر ہوتی ہے"

جب جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے خالد! ابوبکر نے تجھے کیا حکم دیا تھا (جس سے پھر منع کیا) اُس نے کہا آپ کی گردن اُڑا دینے کا حکم دیا تھا حضرتؑ نے فرمایا تو کیا تو ایسا ہی کرتا؟ اُس نے جواب دیا خدا کی قسم اگر یہ مجھ کو منع نہ کرتا تو میں ضرور بعد سلام آپ کو قتل کر دیتا۔ امام فرماتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے اُسے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ عمر نے کہا پروردگارِ خانہ کعبہ کی قسم اب یہ خالد کو ضرور قتل کر دینگے اور لوگ عرض کرنے لگے اے ابوالحسن! آپ کو خدا کا واسطہ۔ اِس صاحبِ قبر کا صدقہ اب تو اِسے چھوڑ دیجئے۔ حضرتؑ نے اُسے تو چھوڑ دیا۔ پھر عمر کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس کی ہنسلی کی ہڈی پکڑ لی اور فرمایا ضحاک کے بچے! اگر جنابِ رسول خدا نے مجھ سے عہد نہ

سے لیا ہوتا۔ اور من جانبِ خدا امتحانِ اُمّت کا نوشتہ مقدّر نہ ہوگیا ہوتا تو تُو اسی وقت دیکھ لیتا کہ ہم میں سے مددگار کی حیثیت سے کون زیادہ کمزور ہے۔ اور تعداد کی حیثیت سے کون گھٹا ہُوا ہے۔ اس کے بعد وہ حضرت بیت الشرف میں تشریف لے گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۵۷

اور اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ مجھے حاکم بنائے۔ تو میں اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ مجھے حاکم بنائے گا تو مجھے عصمت بھی عطا فرمائے گا اور میری مدد بھی کرے گا۔ جنابِ لقمان فرشتوں کی آواز تو سُن رہے تھے مگر فرشتے اُن کو دکھائی نہ دیتے تھے۔ پس فرشتوں نے ایسی حالت میں کہ لقمان اُن کی آواز تو سُنتے تھے اور اُن کو دیکھتے نہ تھے کہا کہ اے لقمان! آپ عذر کیوں فرماتے ہیں۔ لقمان نے جواب دیا بات یہ ہے کہ حکومت کی منزلیں بڑی کٹھن ہیں اور اُن پر ظلم کا پردہ پڑا ہُوا ہے۔ اگر حاکم بحق فیصلہ کرے گا تو تو نجات پائیگا اور اگر خطا کرے گا تو جنّت کی راہ میں بھٹکتا ہی پھرے گا۔ جو شخص دنیا میں شریف اور صاحبِ مرتبہ ہو کر آخرت میں ذلیل ہو تو اس سے تو یہ بہتر ہے کہ دنیا میں وہ ذلیل رہے اور آخرت میں اس کو بزرگی حاصل ہو۔ اور جو شخص آخرت کو چھوڑ کے دنیا اختیار کرے گا اُسے نہ دنیا ہی ملے گی اور نہ آخرت ہی نصیب ہوگی۔ حضرت لقمان کی یہ تقریر سُنکر ملائکہ بیحد متعجب ہوئے۔ جب رات کے وقت حضرت لقمان سو گئے تو خداوندِ عالم نے اُن کو حکمت عطا فرمائی۔ اب جو وہ بیدار ہوئے تو ہر بات حکمت سے کہتے تھے۔ اور اسی حکمت کی وجہ سے حضرت داؤدؑ نے اُن کو اپنا وزیر بنایا اور حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ اے لقمان! آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ حکمت (دانائی) تو آپ کو مل گئی اور حکومت کی آزمائش سے آپ بچ گئے۔

تفسیرِ قمّی میں ہے کہ جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے کسی شخص نے حضرت لقمان کا حال دریافت کیا اور اُن کی حکمت کا جس کا ذکر خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ تو اُن جنابؑ نے ارشاد فرمایا کہ لقمان کو جو حکمت عطا فرمائی گئی تھی تو وہ نہ حسب و نسب کی وجہ سے تھی نہ مال ومنال و اہل وعیال کی وجہ سے نہ اُس سے یہ مطلب ہے کہ اُن کا جسم کچھ بہت لمبا چوڑا تھا نہ یہ کہ وہ خوبصورتی میں بے مثل و بے مثال تھے بلکہ اُن کو حکمت اس لئے دی گئی تھی کہ وہ خدائے تعالےٰ کے احکام بجا لانے میں بڑے مضبوط آدمی تھے اور خدائے تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے زہد برتتے تھے۔ بڑے سکینہ اور وقار والے تھے۔ معاملات میں گہری نظر رکھتے تھے۔ مصنوعاتِ الٰہی میں بہت غور و فکر کیا کرتے تھے۔ رائے اُن کی بڑی بلیغ تھی۔ عبرتوں کے حاصل کرنے میں وہ بہت مشقّت کیا کرتے تھے۔ دن کو ذرا نہ سوتے تھے اور کبھی کسی شخص نے

اُن کو پیشاب کرتے یا پاخانہ پھرتے یا نہاتے نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ ایسے امور کے لئے بہت پوشیدہ جگہ اختیار کرتے تھے۔ ایسے ہی اپنے اور معاملات میں بھی سخت حفاظت کرتے تھے اور اپنی رائے کا عام آدمیوں پر اظہار نہ ہونے دیتے تھے کیونکہ اُن کو اس کا خوف ہر وقت دگا رہتا تھا کہ مبادا اس میں خدا کی نافرمانی ہو۔ نہ کبھی کسی چیز سے ہنسے اور نہ غضبناک ہوئے اور نہ کبھی کسی شخص سے مزاح کیا۔ دنیا کی چیزوں میں سے جو بات میسر آئی اُس پر کبھی خوش نہیں ہوئے۔ اور جو ہاتھ سے نکل گئی اُس پر رنج نہیں کیا۔ عورتوں سے شادیاں کیں اور اُن سے اولاد بھی اُن کی بہت ہوئی اور بہت سی اُن کے سامنے ہی مر بھی گئیں مگر وہ کسی کی موت پر نہیں روئے۔ اور جب دو ایسے آدمیوں کے پاس سے اُن کا گزر ہوا جن کو لڑتے جھگڑتے پایا تو اُن میں صلح ضرور ہی کرادی۔ اور اُن دونوں کے پاس سے نہ آتے تھے جب تک وہ دونو آپس میں دوست نہ ہو جاتے تھے۔ اور جب کسی آدمی سے کوئی ایسی بات سُنی جو اُنہیں پسند آئی۔ تو اُس کا مطلب بھی اُس سے دریافت کیا اور ماخذ بھی پوچھا کہ تم نے یہ بات حاصل کہاں سے کی؟ وہ ہمیشہ عالموں اور حکیموں کے پاس زیادہ بیٹھتے تھے اور وہ حاکموں اور بادشاہوں کے پاس بھی آیا جایا کرتے تھے۔ حُکام سے جو غلط فیصلے ہو جاتے تھے اُن پر افسوس کیا کرتے تھے۔ اور بادشاہوں کو خدا کی طرف سے جو عزت ملی ہوئی ہے اور اُس سے اُن کو ایسا اطمینان ہو گیا ہے (کہ وہ آخرت کو بھولے ہوئے ہیں) اس کے سبب سے اُن پر ترس کھایا کرتے تھے اور عبرت بھی حاصل کیا کرتے تھے اور ایسی باتیں سیکھتے تھے جس سے اپنے نفس کو دبا سکیں اور خواہش کا مقابلہ کر سکیں اور شیطان سے بچ سکیں۔ اور غور وفکر کرکے اُس پر غالب آ سکیں اور اپنے نفس کا عبرتوں سے علاج کرتے رہیں۔ اور کبھی پر ایسی چیز کا طعنہ نہیں کرتے تھے جس سے خود بری نہ ہوں۔ انہی باتوں کی وجہ سے اِن کو حکمت وعصمت عطا کی گئی تھی۔ ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ وہ قیلولہ فرمارہے تھے اور اُن کی آنکھ ذرا کی ذرا بند ہوئی تھی خدائے تعالےٰ نے فرشتوں کے بعض گروہوں کو حکم دیا اور اُنہوں نے حضرت لقمان کو اس طرح سے کہ وہ اُن کی آواز تو سُنتے تھے اور دیکھتے نہ تھے پکارا اور اُن سے یہ کہا کہ اے لقمان! تم یہ چاہتے ہو کہ خدا تعالےٰ زمین میں تم کو اپنا خلیفہ مقرر کردے کہ تم لوگوں کے جھگڑے فیصل کیا کرو؟ اِس کے جواب میں حضرت لقمان نے کہا کہ اگر میرے پروردگار نے حکماً یہ بات میرے لئے مقرر کی ہے تو تو مجھے بغیر قبول کرنے کے چارہ ہی کیا ہے اِس لئے کہ جب میں اسے قبول کروں گا تو وہ خود میری اعانت بھی فرمائے گا۔ فیصلہ کرنے کا طریقہ بھی مجھے سکھائے گا اور اِس سے بھی مجھے بچائے گا کہ میرے ہاتھ سے کوئی بات بیجا ہو جائے۔ اور اگر خدائے تعالےٰ نے قبول کرنے

نہ کرنے میں مجھے مختار فرمایا تو میں تو عافیت ہی کو قبول کروں گا۔ فرشتوں نے دریافت کیا کہ اے لقمان! ایسی بات تم نے کیوں کہی؟ انہوں نے فرمایا اِس کی وجہ یہ ہے کہ آدمیوں کے جھگڑوں کو طے کرنا دین کی منزلوں میں سے سب سے زیادہ سخت منزل ہے۔ اور اسی میں سب سے بڑی آزمائش ہے خصوصاً اُس صورت میں جبکہ خدا کی طرف سے مدد نہ ملے اور یونہی چھوڑ دیا جائے اِس لئے کہ ظلم تو ایسے شخص کو ہر طرف سے آگھیرتا ہے اور وہ دو حالتوں میں پھنس جاتا ہے۔ اگر اُس کا فیصلہ ٹھیک ہوگیا تو تو امید ہوتی ہے کہ بچ جائے اور اگر فیصلہ میں غلطی کی تو پھر جنت کے راستے سے دُور جا پڑتا ہے اور جو شخص دنیا میں کمزور و ذلیل رہے اُس کی نسبت اُمید ہے عاقبت میں شریف و عزیز تر ہو بلکہ اُس کا حکم چلے۔ اور جس نے عاقبت کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کرلیا وہ دونوں جہان سے گیا گزرا ہوگیا۔ دنیا تو فنا ہونے والی ہے یوں گئی۔ اور عاقبت کو اُس نے اختیار ہی نہ کیا تھا وہ یوں نہ ملی۔ امام علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے بھی اُن کی ایسی حکمت کی باتوں پر تعجب کیا اور خدائے تعالےٰ کو بھی اُن کی یہ گفتگو پسند آئی۔ چنانچہ جب شام ہوئی اور شب کو وہ اپنے بستر پر سوئے تو خدائے تعالےٰ نے اُن پر اپنی حکمت نازل فرمائی۔ اور اُس نے سوتے ہی میں اُن کو سر سے پاؤں تک ڈھانپ لیا اب جو وہ بیدار ہوئے تو اُس زمانہ میں اُن سے زیادہ دانا کوئی نہ تھا۔ جب گھر سے نکل کر لوگوں کے پاس آئے تو جو بات کہتے تھے سراپا حکمت ہی حکمت ہوتی تھی۔ اور اُن کی حکمت تمام عالم میں پھیل گئی۔ امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ جب لقمان کو خلافت کی خوشخبری دی گئی اور انہوں نے اُس کو قبول نہ کیا تو خدائے تعالےٰ نے فرشتوں کو حکم دیا اور انہوں نے وہ خلافت کی خوشخبری داؤد علیہ السلام کو جا سنائی اور انہوں نے بغیر کسی ایسی شرط کے جو لقمان علیہ السلام نے کی تھی اُسے قبول فرمالیا تو خدائے تعالےٰ نے زمین کی خلافت داؤدؑ کو عطا فرمائی اور اس میں کئی مرتبہ اُن کی آزمائش کی اور اُن سے اس کے بارے میں لغزشیں بھی سرزد ہوئیں جن کی بابت خدائے تعالےٰ نے اُن کا عذر قبول فرمالیا اور اُن کو معاف کردیا۔ حضرت لقمان اکثر حضرت داؤدؑ کی زیارت کو جایا کرتے تھے اور اُن کو بہت سی نصیحت کی باتیں بوجہ وفورِ علم کے سنایا کرتے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اُن سے فرمایا کرتے تھے کہ اے لقمان! خوشا حال تمہارا! کہ تمہیں حکمت عطا کی گئی۔ اور تم آزمائش سے بچا لئے گئے اور مجھ داؤدؑ کو خلافت عطا کی گئی اور میں حکومت کی آزمائشوں کے جھگڑے میں پڑ گیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۵۷

دوسری روایت میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جس کو خدائے تعالےٰ

کوئی نعمت عطا فرمائے اور وہ دل سے اس کا اقرار کرے تو اس نعمت کا شکر ادا ہو جائیگا۔ انہی جناب سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسےٰ علیہ السّلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسےٰ! میری نعمتوں کا کماحقہٗ شکریہ ادا کیا کرو۔ حضرت موسےٰ نے عرض کی اے میرے پروردگار! میں تیرا شکریہ کماحقہٗ کیونکر بجا لا سکتا ہوں حالانکہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ہی ایک نعمت ہے ارشادِ باری ہوا اے موسےٰ: جبکہ تم نے یہ سمجھ لیا کہ یہ توفیقِ شکر بھی میری ہی طرف سے ہوتی ہے تو اب پورا پورا شکریہ ادا کر دیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۶۵۷

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک شخص جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ حضرتؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر۔ اس نے عرض کی پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ۔ اس نے عرض کی پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا اپنے باپ کے ساتھ۔

جنابِ امام رضا علیہ السّلام سے کسی نے پوچھا۔ یا ابن رسولؐ اللہ! اگر میرے والدین مذہبِ حق نہ رکھتے ہوں تو کیا جب بھی میں اُن کے لئے دعائے خیر کیا کروں؟ فرمایا تو اُن کے واسطے دعا بھی مانگ اور اُن کی طرف سے خیرات بھی کیا کر۔ اور اگر وہ دونوں زندہ ہوں اور حق کے شناسا نہ ہوں تو بھی تو اُن کے ساتھ مدارات کیا کر اس لئے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے مجھے اس لئے نبی مقرر کیا ہے کہ میں بندگانِ خدا کو صلۂ رحمی کی نصیحت کیا کروں۔ نافرمانیٔ والدین کا حکم دینے کے لئے خدا نے مجھے مبعوث نہیں فرمایا۔

عیونؔ الاخبار میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے۔ گو وہ مشرک بھی ہوں۔ البتہ نافرمانیٔ خدا میں نہ اُن کی اطاعت کرنا چاہیئے نہ کسی اور کی۔ کیونکہ ایسے کاموں میں جو خالق کی نافرمانی کا باعث ہوں کسی مخلوق کی اطاعت کرنا حرام ہے۔

مصباح الشریعہ میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا معرفتِ باری تعالےٰ کی بہترین قسم ہے۔ اس لئے کہ کوئی عبادت اتنا جلد بندوں کو رضائے خدا تک نہیں پہنچا سکتی جتنا کہ خدائے تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے مسلمان ماں باپ کی عزت و تعظیم کرنا۔ اس لئے کہ والدین کا حق خدائے تعالےٰ کے حقوق سے نکلا ہے۔ بشرطیکہ ماں باپ دونوں دیندار ہوں اور اولاد کو طاعتِ خدا سے منع کر کے اس کی نافرمانی کا مرتکب نہ بناتے ہوں اور یقین سے ہٹا کر شک میں نہ پھنساتے ہوں اور دین

سے جُدا کر کے دنیا کی جانب رغبت نہ دلاتے ہوں۔ اور اگر وہ دونوں امور مذکورہ کے خلاف کرتے ہوں تو اُن کی مخالفت کرنا خدا کی اطاعت ہے۔ اور اُن کی اطاعت کرنا خدا کی نافرمانی ہے۔ اسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ "وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (دیکھو صفحہ ۶۵۸ سطر) البتہ زندگانی دنیا میں تم اُن کی مدارات کرتے رہو۔ اور اُن کے ساتھ بہ نرمی پیش آتے رہو اور جو تکلیف وہ دیں اُس کی برداشت کرتے رہو۔ اسی طرح جس طرح کہ انہوں نے بچپن میں تمہاری خاطر تکلیفیں برداشت کی تھیں اور جتنی وسعت خدا نے تمہیں کھانے پینے میں دے رکھی ہو اُس کے مقابلہ میں تم اُن کی خدمت بجا لانے میں تنگی نہ کیا کرو اور بگڑ کے اُن کی طرف سے مُنہ نہ پھیرا کرو اور اُن کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کیا کرو کیونکہ اُن کی عظمت و بزرگی کا خدائے تعالےٰ نے حکم دیا ہے اور جب اُن سے کوئی بات کہا کرو تو اچھی اور نرم زبان سے کہا کرو اس لئے کہ نیکی کرنے والوں کا اجر خدائے تعالےٰ برباد نہیں کرتا۔

کافی میں اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے۔ کہ کسی نے جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام سے آیہ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ کی تفسیر دریافت کی تو حضرت نے فرمایا کہ اُن والدین سے جن کی شکرگزاری خدا نے واجب کی ہے وہ دو بزرگوار مراد ہیں جن سے علم پیدا ہوا اور جنہوں نے حکمت میراث میں پائی۔ اللہ تعالےٰ نے اُنہی دونوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ پھر فرمایا اِلَيَّ الْمَصِيْرُ کے یہ معنی ہیں کہ تمام بندوں کی بازگشت اُسی کی حضور میں ہے اور خدا کا راستہ بتلانے والے وہی والدین ہیں۔ پھر واؤ عطف لاکے وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ سے ابنِ حنتمہ (عمر) اور اُس کے یار (ابوبکر) کو مُراد لیا ہے۔ اس قول میں عام طور سے بھی اُنہی کی طرف اشارہ ہے اور خاص طور سے بھی پھر خدائے تعالےٰ اپنی وصیت میں یہ فرماتا ہے کہ جب یہ دونوں اطاعتِ خدا سے تم کو ہٹانا چاہیں تو تم اُن کی اطاعت نہ کرو۔ اور ان کی بات نہ سُنو۔ پھر خدا نے اپنے قول (وَصَاحِبْهُمَا) کو وَالِدَيْكَ سے ربط دیا اور فرمایا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کی فضیلت لوگوں سے بیان کرو اور لوگوں کو ان کی راہ کی طرف بلاؤ جیسا کہ ارشادِ باری تعالےٰ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ج ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ سے ظاہر ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ تمہاری بازگشت خدا کی طرف ہوگی پھر ہماری طرف۔ پس تم لوگ خدائے تعالےٰ سے ڈرو۔ اور والدین کی نافرمانی نہ کیا کرو۔ کیونکہ اُن دونوں کی رضامندی خدائے تعالےٰ کی رضا کا سبب ہے۔ اور اُنکی ناراضی خدائے تعالےٰ کی ناراضی کا باعث۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۶۵۸

تفسیر قمی میں خدائے تعالےٰ کے اُس قول کی جو وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ سے شروع ہو کر

لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ پر ختم ہوا ہے۔ تفسیر میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ منقول ہے۔ کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ منجملہ اُن نصیحتوں کے یہ باتیں بھی تھیں کہ انہوں نے فرمایا اے میرے (پیارے) بیٹے! جس وقت سے تم دنیا میں آئے ہو اُس کی طرف پیٹھ کئے ہوئے ہو اور آخرت کی طرف منہ۔ پس وہ مکان جس کی طرف تم چلے جا رہے ہو وہ تم سے بہ نسبت اُس مکان کے زیادہ قریب ہے جس سے تم ہٹتے جاتے ہو۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو اور مؤدب بیٹھا کرو اور اُن سے بے جا جھگڑا نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں اپنی صحبت میں آنے سے منع کر دیں گے اور دنیا میں سے اتنا لینا جتنا تمہاری واقعی ضرورتوں کو کافی ہو جائے۔ اور بالکل دنیا کو چھوڑ بھی نہ دینا کہ تم اور لوگوں کے اُوپر اپنا بار ڈال دو اور اتنا دنیا میں گھسنا بھی نہیں کہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچا لو۔ اور روزہ رکھنا کہ وہ شہوتِ نفسانی کو کم کر دیتا ہے۔ مگر ایسا روزہ نہ رکھنا جو تمہیں نماز سے روکے اس لئے کہ نماز اللہ کو روزہ کی نسبت زیادہ پیاری ہے۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! دنیا بڑا گہرا سمندر ہے۔ جس میں بہت سی مخلوق ہلاک ہو چکی ہے۔ پس تم اس میں ایمان کو تو اپنی کشتی قرار دو اور توکل کو اس کا بادبان بناؤ۔ اور تقوےٰ کو اپنی زادِ راہ قرار دو۔ پس اگر نجات پا جاؤ تو سمجھنا کہ خدا کی رحمت کے سبب نجات پائی اور اگر نجات نہ پائی تو سمجھنا کہ اپنی گناہوں کے وبال کے سبب پائی اے میرے (پیارے) بیٹے! اگر بچپن میں تم ادب سیکھو گے تو بڑے ہو کر اُس سے فائدہ اُٹھاؤ گے۔ جس کو ادب کی پروا ہو گی وہ اس کا اہتمام بھی کرے گا اور جو اس کا اہتمام کرے گا وہ علم حاصل کرنے کی تکلیف برداشت کرے گا۔ اور جو حصولِ علم کی تکلیف برداشت کرے گا وہ طلبِ علم کی دِقتیں بھی جھیلے گا۔ اور جو طلبِ علم کی دِقتیں جھیل لے گا وہ اُس کا نفع بھی حاصل کر لے گا۔ پس تم علم کو عبادت سمجھ کر حاصل کرو کہ اُس سے تم اپنے بزرگوں کے نام بھی روشن کرو گے اور اپنی آیندہ نسلوں کو بھی اُس سے نفع پہنچاؤ گے۔ اُمید کرنے والے علم کے سبب سے تمہارے امیدوار بنیں گے اور ڈرنے والے تمہارے علمی دبدبہ سے خائف ہوں گے۔ اور علم کے حاصل کرنے میں سُستی کو تو پاس پھٹکنے ہی نہ دینا۔ اور دوسری چیزوں کی اُس کے مقابلہ میں طلب نہ کرنا اِس لئے کہ اگر طلبِ دنیا تم پر غالب آ گئی تو تم آخرت پر غالب نہ آؤ گے اور جب طلبِ علم تم سے چھوٹ گئی تو آخرت تم سے ضرور چھوٹ جائے گی اور تم اپنے دن میں رات میں اور گھڑیوں میں اپنی ذات کے لئے طلبِ علم کا کچھ وقت ضرور رکھو کیونکہ اس سے زیادہ تضییع اوقات اَور کسی بات کو نہ پاؤ گے کہ علم کے حاصل کرنے کا کوئی وقت ہی نہ رکھو۔ اور بیہودہ جھگڑنے والے سے کبھی بحث نہ کرنا اور عالمِ دین سے کج بحثی نہ کرنا۔ اور بادشاہ سے کبھی دشمنی نہ کرنا اور ظالم بن کے کبھی راستہ نہ چلنا اور نہ کسی ظالم سے دوستی کرنا اور

کسی ایسے فاسق کے بھائی نہ بننا جو بے ہودہ بکنے والا ہو اور جو شخص بدنام ہو اُس کی صحبت میں نہ بیٹھنا۔ اور علم کو اس طرح جمع کرنا جیسے روپیہ (پیسہ) جوڑ کے رکھتے ہو۔ اے میرے (پیارے) بیٹے! اللہ سے اس طرح ڈرنا کہ اگر قیامت کے دن تمام جنوں اور آدمیوں کی نیکی کے برابر نیکی تم لے کر آؤ تب بھی تمہیں یہ خوف ضرور رہے کہ شاید خدا تمہیں عذاب دے دے۔ اور امید خدا سے ایسی رکھنا کہ اگر قیامت کے دن تمام جنوں اور آدمیوں کے برابر تم گناہ بھی لے کر آؤ تو بھی تمہیں اپنی یہی اُمید ہو کہ خدا تمہیں ضرور بخش دے گا۔ اس پر اُن کے بیٹے نے عرض کی کہ بابا جان! دل تو میرا ایک ہی ہے۔ ان دونوں باتوں کو اس میں کیسے جگہ دوں۔ تو حضرت لقمان نے اُن سے فرمایا کہ اے میرے (پیارے) بیٹے! اگر مومن کا دل نکال کر دو ٹکڑے کیا جائے تو اُس میں دو نور پائے جائیں گے۔ ایک نور خوف خدا کے لئے ہوگا۔ دوسرا رجا (اُمید) کے لئے۔ اگر ان دونوں کو تولا جائے تو ایک دوسرے سے ذرہ بھر بھی نہ بڑھے گا۔ پس جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالےٰ نے جو کچھ فرمایا ہے سب کی وہ تصدیق کرے گا۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے اقوال کی تصدیق کرے گا تو خدائے تعالےٰ نے جن چیزوں کے متعلق حکم دیا ہے وہ اُن سب کو بجا لائے گا۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے احکام بجا نہیں لایا اُس نے گویا خدائے تعالےٰ کے اقوال کی تصدیق بھی نہیں کی اس لئے کہ یہ تو ایسے کام ہیں کہ ایک دوسرے کی گواہی دیتے ہیں۔ پس جو اللہ پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہے وہ عمل بھی خدا کے لئے خالص کرتا ہے اور جو خالص خدا کے لئے عمل کرتا ہے اس کا ایمان بھی خدا کے لئے سچا ہی ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اللہ سے محبت بھی یقینی رکھتا ہے۔ اور جو اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ خدا کے حکم کی پیروی بھی یقیناً کرتا ہے۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے حکم کی پیروی کرتا ہے اُس کے لئے خدا کی جنت اور خدا کی رضامندی لازم ہے۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے حکم کی پیروی نہیں کرتا وہ غضب خدا کو سہل سمجھتا ہے اور خدا کے غضب سے ہم تو خدا ہی کی پناہ مانگتے ہیں۔ اے میرے (پیارے) بیٹے دنیا کی طرف مائل نہ ہوجیو اور اپنے دل کو اس میں نہ پھنسائیو اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے دنیا سے زیادہ ذلیل کوئی مخلوق پیدا ہی نہیں کی۔ کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی (اُس کی ذلت تو اسی سے ثابت ہے کہ) نہ دنیا کی نعمتوں کو اطاعت کرنے والوں کی اطاعت کا صلہ قرار دیا ہے اور نہ اُس کی تکلیفوں کو نافرمانوں کی نافرمانی کا عذاب ٹھہرایا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۶۷

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی شانِ نزول اس طرح مروی

ہے کہ جب حضور سرورِ عالم نے جناب خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد سے عقد کر لیا تو ایک دن وہ جناب مالِ تجارت لے کر بازارِ عکاظ میں تشریف لے گئے۔ وہاں زید کو فروخت کرتے ہوئے پایا۔ یہ بھی دیکھا کہ وہ ذہین و ہوشیار لڑکا ہے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اُس کو خود ہی خرید لیا۔ جب آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ رسالت پر مامور ہو گئے تو اُسے بھی اسلام کی دعوت دی اور اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور جنابِ رسولِ خدا کا غلام کر کے مشہور ہو گیا۔ جب اُس کے باپ حارثہ بن شراحیل کلبی کو زید کا حال معلوم ہوا تو وہ مکہ میں حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حارثہ جلیل القدر آدمی تھا۔ اُس نے کہا کہ اے ابو طالب! میرا بیٹا قید ہو گیا تھا۔ اب مجھے خبر ملی ہے کہ وہ تمہارے بھتیجے کے پاس ہے۔ آپ اپنے بھتیجے سے فرمائیے کہ یا تو اُسے میرے ہاتھ بیچ ڈالیں یا اُس کا فدیہ لے لیں یا آزاد کر دیں۔ حضرت ابو طالب نے یہ سارا واقعہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے زید کو آزاد کیا۔ جہاں اُس کا جی چاہے چلا جائے پس حارثہ اُٹھا اور اُس نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ اے فرزند! لے اب میرے ہمراہ چل اور اپنے حسب و نسب میں جا مل۔ زید نے جواب دیا کہ میں تو جنابِ رسولِ خدا کو کبھی نہ چھوڑونگا اور ہرگز آنحضرتؐ کے قدموں سے جُدا نہ ہوگا۔ حارثہ نے کہا کہ اے فرزند! کیا تو اپنے خاندانی حسب و نسب کو چھوڑ کر قریش کا غلام بننا گوارا کرتا ہے۔ زید نے جواب دیا کہ میں جب تک زندہ ہوں جنابِ رسولِ خدا کی خدمت سے کبھی الگ نہ ہونگا۔ یہ سُنکر اُس کے باپ حارثہ کو غصہ آیا اور اُس نے کہا کہ اے گروہ قریش! تم سب گواہ رہنا کہ میں زید سے بیزار ہوں اور یہ اس وقت سے میرا بیٹا نہیں ہے۔ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا۔ اے قوم گواہ رہو کہ زید اس وقت سے میرا بیٹا ہے۔ میں اس کا وارث ہوں اور یہ میرا وارث ہوگا۔ پس اُس دن سے زید فرزندِ رسولِ خدا کہے جانے لگے۔ اور جنابِ رسولِ خدا زید سے بے حد محبت رکھتے تھے اور اُن کو پیارا زید فرمایا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو زینب بنت جحش سے زید کا نکاح بھی کر دیا۔ ایک دن زید آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ دریافتِ حال کے لئے آنحضرتؐ بہ نفسِ نفیس زید کے مکان پر تشریف لے گئے۔ حضرتؐ نے دروازہ کے کواڑ کھولے۔ زینبؓ بہت حسین عورت تھی۔ وہ اپنے حجرہ میں بیٹھی ہوئی خوشبو پیس رہی تھی۔ آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ کی نظر اس پر جا پڑی۔ پس آنحضرتؐ نے یہ دعا پڑھی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ خَالِقِ النُّوْرِ وَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔ یعنی "میں تسبیح کرتا ہوں خدا کی جس نے نور کو پیدا کیا ہے اور بڑا برکت والا ہے اللہ جو سب بنانے والوں سے اچھا ہے"۔ پس آنحضرتؐ اُلٹے پاؤں اپنے بیت الشرف کی طرف واپس چلے آئے۔ جب زید اپنے مکان میں آئے تو زینبؓ نے جنابِ رسولِ

خدا کا تشریف لانا اور ارشاد فرمانا زید سے بیان کیا۔ زید نے کہا۔ اے زینبؓ! تم یہ چاہتی ہو کہ میں تم کو طلاق دے دوں تاکہ جناب رسولِ خدا تم سے نکاح کر لیں۔ شاید آنحضرتؐ کے دل پر تمہارا اثر ہو گیا ہو۔ زینبؓ نے جواب دیا مجھے یہ ڈر ہے (کہیں) ایسا نہ ہو کہ تم تو مجھے طلاق دے دو اور پھر جناب رسولِ خدا (بھی) مجھ سے نکاح نہ کریں۔ پس زید جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں۔ مجھ سے زینبؓ نے ایسا ایسا بیان کیا ہے۔ اگر حضور کی مرضی ہو تو میں زینبؓ کو طلاق دے دوں پھر آپ اُس سے نکاح کر لیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے زید! خدا سے ڈر اپنے گھر کو جا اور زینبؓ کو اپنی زوجیت میں رہنے دے۔ پھر خداوند عالم نے اِس واقعہ کو اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ سے وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا تک کی آیتوں میں بیان کیا ہے۔ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۶۷ سطر ۹)
جب خدا نے بالائے عرش حضور سرورِ عالم کا نکاح زینبؓ کے ساتھ کر دیا تو منافقوں نے کہا دیکھو ہم پر تو بیٹوں کی بیبیاں حرام کر دی ہیں اور خود اپنے بیٹے زید کی زوجہ سے اپنا نکاح کر بیٹھے۔ پس خدائے تعالےٰ نے اُن کی رد میں یہ آیتیں نازل فرمائیں وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ تا يَهْدِي السَّبِيْلَ ہ (دیکھو صفحہ ۶۶۷ سطر ۱)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۶۶۷

تفسیر قمی میں ہے کہ خدائے عزوجل نے مومنین کو رسولؐ کی اولاد اور رسولؐ کو مومنین کا باپ قرار دیا ہے۔ مومنین میں سے جو شخص اپنی حفاظت نہ کر سکے اور اُس کے پاس مال نہ ہو اور اُس کا کوئی ولی نہ ہو تو خدا نے اپنے رسولؐ کو اُس کا ولی بنایا ہے اور مومنین کے نفسوں پر رسولؐ کو حاکم مقرر کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے غدیر خم کے مقام پر ارشاد فرمایا۔ اَيُّهَا النَّاسُ اَلَسْتُ اَوْلٰى بِكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ "اے لوگو! کیا میں تمہارے نفسوں پر حاکم نہیں ہوں"؟ سب نے جواب دیا بے شک آپ ہمارے حاکم ہیں۔ پس حضرتؐ نے اُن لوگوں پر اپنی ولایت کی طرح امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت بھی واجب و لازم فرما دی۔ اور ارشاد فرمایا اَلَا فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ خبردار ہو جاؤ! جس کا میں حاکم اور مولا ہوں یہ علی ابن ابیطالب بھی اُس کے حاکم و مولا ہیں۔ جبکہ خدا نے اپنے رسولؐ کو مومنین کا باپ قرار دے دیا اور اُن کی کفالت اور یتیموں کی تربیت آنحضرتؐ پر لازم آئی تو آنحضرتؐ نے بالائے منبر ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم میں سے جو کوئی مر جائے تو اُس کا مال اُسکے وارثوں کو ملیگا اور اگر وہ مقروض مریگا یا جائداد چھوڑیگا تو اُس کا قرض میں ادا کرونگا اور جائداد میری طرف منتقل ہو جائیگی۔ پس خدا تعالیٰ نے جناب رسولِ خدا پر مومنین کے وہ حقوق واجب کئے جو باپ پر اولاد کے ہوتے ہیں۔ اور مومنین پر وہ حقوق واجب

فرماتے جو اولاد پر باپ کے ہوتے ہیں۔ مثلاً اطاعت وغیرہ۔ اور جو باتیں جناب رسولِ خدا پر واجب ہوئی تھیں وہ سب آنحضرتؐ کے بعد جناب امیرالمومنین علیہ السلام اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے گیارہ اماموں پر لازم ہوئیں۔ اور اس دعوے پر کہ جناب رسولؐ خدا اور جناب امیرالمومنین تمام مسلمانوں کے باپ ہیں خدا کا یہ قول وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۳۲ سطر آخر) دلیل ہے اس لئے کہ اس آیت میں والدین سے جناب رسولِ خدا اور جناب امیرالمومنین مراد ہیں۔ اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہود عام طور پر ایمان اسی آیت کے سبب سے لائے کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ ہماری جانیں اور ہمارے بال بچے سب مامون و محفوظ رہیں گے۔

علل الشرائع میں ہے کہ جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے دریافت کیا کہ جناب رسولِ خدا کی کنیت ابوالقاسم کیوں قرار پائی؟ فرمایا وجہ یہ ہے کہ ان جنابؐ کا ایک فرزند تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اسی کے نام پر آنحضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم قرار پائی۔ پھر سائل نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! اگر حضور مجھے اس قابل جانتے ہوں تو کچھ اور توضیح فرما دیجئے۔ فرمایا تم کو یہ بات معلوم ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ میں اور علیؑ ابن ابی طالب اس اُمّت کے باپ ہیں؟ اس نے عرض کی جی ہاں۔ اے فرزندِ رسولؐ! مجھے معلوم ہے۔ فرمایا تم یہ بھی جانتے ہو کہ جنابِ رسولِ خدا ساری اُمّت کے باپ ہیں اور اُمّت میں جناب علیؑ ابن ابیطالب بھی داخل ہیں۔ اس نے عرض کی بیشک! فرمایا یہ بھی تم کو علم ہے کہ علیؑ ابن ابی طالب جنّت و نار کے قاسم ہیں؟ اس نے عرض کی ہاں یا ابن رسول اللہ! فرمایا پس اسی وجہ سے حضرتؐ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی کہ وہ قاسم جنّت و نار کے باپ ہیں۔ اس نے عرض کی اے مولا! جناب رسولِ خدا کے باپ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جس طرح باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے اسی طرح تمام اُمّت پر جنابِ رسولِ خدا مہربان تھے اور ساری اُمّت سے جنابِ علیؑ ابن ابی طالب افضل ہیں اور جنابِ رسولِ خدا کے بعد جناب علیؑ ابن ابی طالب اُمّتِ رسولؐ پر مثل رسولؐ کے مہربان تھے۔ اس لئے کہ وہ حضرتؐ جنابِ رسولؐ خدا کے وصی اور خلیفہ اور اُمّت کے امام تھے۔ اسی وجہ سے جنابِ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اس اُمّت کا باپ ایک میں ہوں۔ اور دوسرے علیؑ ابن ابیطالب ہیں۔ پھر بالائے منبر ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرضہ یا جائداد چھوڑے اس کا قرضہ میں ادا کروں گا۔ اور اس کی جائداد میرا حق ہے۔ اور اگر مال چھوڑے تو اس کے وارثوں کو ملیگا۔ پس اسی سبب سے جنابِ رسولِ خدا بہ نسبت اپنے اُمّتیوں کے ان کے ماں باپ سے اور ان کے نفسوں سے اولےٰ ہوئے۔ اسی طرح آنحضرتؐ کے بعد جناب

امیر المؤمنین علیہ السّلام سب سے اولے قرار پائے اور جو بات جناب رسولؐ خدا کو اُمّت کے مقابلہ میں حاصل تھی وہی جناب امیر المؤمنین کو حاصل ہوئی۔

کافی میں ہے سُلیم ابنِ قیس ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدؓ اللہ ابنِ جعفرؓ طیار سے سُنا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ میں معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور جنابِ امام حسن اور جناب امام حسین علیہما السّلام اور حضرت عبدؓ اللہ ابن عباسؓ اور عمرؓ بن اُمّ سلمہ اور اسامہؓ بن زیدؓ بھی وہاں موجود تھے۔ پس مجھ سے اور معاویہ سے ایک امر میں گفتگو ہونے لگی۔ میں نے معاویہ سے کہا کہ میں نے خود سُنا ہے کہ جنابِ رسولؐ خدا فرما رہے تھے کہ میں تمام مومنوں کے نفسوں پر حاکم ہوں۔ پھر میرے بعد علیؑ بن ابیطالب میرے بھائی تمام مؤمنین پر حاکم ہیں۔ علیؑ کی شہادت کے بعد اُن کے بڑے بیٹے حسنؑ ابنِ علیؑ تمام مومنوں پر حاکم ہیں۔ پھر اُن کے بعد میرا فرزند حسینؑ بن علیؑ تمام مؤمنوں کا حاکم ہے۔ اُن کی شہادت کے بعد اُن کا فرزند علیؑ بن الحسینؑ تمام مومنوں پر حاکم ہے۔ اے علیؑ! تم علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھو گے۔ پھر علیؑ بن الحسینؑ کا فرزند محمدؑ بن علیؑ تمام مومنوں کا حاکم ہے۔ اور اے حسینؑ! تم محمدؑ بن علیؑ کو دیکھو گے۔ پھر آنحضرتؐ نے بارہ اماموں کا شمار پورا کیا۔ اُن میں سے ۹ امام حسینؑ بن علیؑ کی نسل سے ہونگے۔ حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام حسن اور جنابِ امام حسینؑ اور حضرت عبدؓ اللہ ابنِ عباسؓ اور عمرؓ بن اُمِّ سلمہؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ سے گواہی طلب کی۔ اُن سب نے معاویہ کے سامنے میرے کلام کی تصدیق کی۔ سُلیم بن قیس ہلالی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت سلمانؓ فارسی اور حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ سے بھی سُنی ہے۔ اور اُنھوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ ہم نے جنابِ رسولِ خدا سے یونہی سُنا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۶۷

اُس وقت حضرت سلمانؓ فارسی نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! چھوٹا گروہ بڑے گروہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرتؐ نے فرمایا پھر کیا تدبیر کرنی چاہیئے؟ سلمان نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم ایک خندق کھود لیتے ہیں کہ ہمارے اور اُن کے درمیان ایک آڑ ہو جائے کہ اُن سے مقابلہ ممکن ہو اور اُن کے لئے یہ ناممکن ہو کہ ہر طرف سے ہم پر آن پڑیں۔ ہم عجمیوں کا ملک فارس میں یہی دستور ہے کہ جب دشمن کا گروہِ کثیر ہم کو آگھیرتا ہے تو ہم لوگ خندقیں کھود لیا کرتے ہیں۔ اِس طرح سے عرب ایک خاص جگہ میں محدود ہو جائیں گے۔ پس جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور عرض کی کہ حضرت سلمانؓ فارسی کی رائے بہت ٹھیک ہے۔ جنابِ رسولؐ خدا نے کوہِ احد کی جانب راتج تک زمین ناپنے کا حکم دیا۔ اور انصار و مہاجرین میں سے ہر ایک کے لئے

میں بیس بیس قدم اور تیس تیس قدم زمین کھودنے کے لئے مقرر کردی۔ وہ سب خندق کنی میں مصروف ہوگئے۔ کدالیں اور آلاتِ پیمائش حاضر کئے گئے۔ اور جناب رسولِ خدا خود اپنے دست مبارک میں کدال لے کر مہاجرین کی حد میں زمین کھودنے لگے۔ اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام مٹی باہر پھینکتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور سرورِ عالم کو پسینہ آگیا اور تھک گئے۔ فرمایا یہ اس دنیا کی راحت تو کوئی چیز نہیں اصلی راحت آخرت کی راحت ہے۔ خدایا تو انصار و مہاجرین کے گناہ بخشدے۔ پس جب اصحاب نے خود آنحضرتؐ کو سرگرم پایا تو سب کے سب خندق کھودنے میں دل توڑ کوشش کرنے لگے۔ اور جلد جلد مٹی باہر پھینکنے لگے جب دوسرا دن ہوا تو وہ لوگ خندق کھودنے کے لئے سویرے ہی سویرے حاضر ہوگئے۔ اور جناب رسولِ خدا مسجد فتح میں آ بیٹھے۔ مہاجرین وانصار برابر کھودتے چلے جاتے تھے۔ کہ یکایک ایک بڑا پتھر نمودار ہوا جس میں کدالیں اثر نہ کرتی تھیں۔ اصحاب نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری کو آنحضرتؐ کی خدمت میں اطلاع کے لئے بھیجا۔ جابرؓ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ وہ جناب ردائے مبارک سر کے نیچے رکھے ہوئے شکم اقدس پر پتھر باندھے ہوئے چت لیٹے ہیں۔ حضرت جابرؓ نے عرض کی یارسول اللہ! ایک بڑا سخت پتھر نمودار ہوگیا ہے۔ جس پر بیلچے اور کدالیں تک اثر نہیں کرتیں (اب ہم کیا کریں ؟ یہ سن کر) آنحضرتؐ جلدی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پتھر کے پاس تشریف لائے اور ایک ظرف میں پانی طلب کیا۔ جس سے پہلے چہرۂ انور دھویا۔ پھر دونوں بانہیں۔ پھر سر مبارک کا مسح فرمایا۔ پھر دونوں پائے مبارک کا مسح کیا۔ پھر تھوڑا سا پانی پیا اور تھوڑا سا پانی لیکر مُنہ میں اُس کو حرکت دی۔ پھر اُس پتھر پر کلی کردی۔ پھر ایک کدال لے کر اُس پر ماری۔ کدال پڑتے ہی ایک بجلی سی چمکی۔ جس کی روشنی میں ملک شام کے محل دیکھ لئے۔ پھر ایک چوٹ اور لگائی۔ اُس سے (بھی) ایک روشنی چمکی جس میں ہم کو مدائن کے محل نظر آئے۔ پھر ایک ضرب اور لگائی۔ اُس سے ایک اور روشنی پیدا ہوئی جس میں ہم کو ملک یمن کے قصر دکھائی دیئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ عنقریب خداوندِ عالم تمہارے ہاتھوں پر ان مقامات کو جو اس کی چمک میں معلوم ہوئے ہیں فتح کردے گا۔ اب وہ پتھر ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اور اس طرح کھود لیا گیا جیسے بسہولت ریت کھود لی جاتی ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے آنحضرتؐ کے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا دیکھا تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ جناب بھوکے ہیں۔ لہذا میں نے عرض کیا کہ ایک بکری اور ایک صاع جو تو موجود ہیں۔ فرمایا اچھا جاؤ اور جو کچھ تمہارے یہاں ہے سب کا کھانا تیار کراؤ۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ یہ حکم سُنتے ہی میں اپنے گھر آیا اور اپنی زوجہ کو آٹا پیسنے کا

حکم دیا۔ وہ آٹا پیسنے لگی۔ میں نے بکری کو ذبح کیا اور اُس کی کھال جُدا کر کے گوشت کے ٹکڑے پارچے بنا دئے اور اپنی زوجہ سے کہا کہ آٹے کی روٹیاں پکا لو۔ اور گوشت کا سالن اور کباب تیار کر لو۔ جب وہ کھانا پکا چکی تو میں جناب رسُولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوُا اور عرض کی میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں ہم کھانا تیار کر چکے۔ اب جس جس کو مناسب جانئے ہمراہ لے چلئے پس آنحضرتؐ خندق کے کنارے تشریف لائے۔ اور باآوازِ بلند فرمایا کہ اے گروہِ مہاجرین و انصار! جابرؓ کے ہاں چلو۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ اُس وقت خندق کے کام میں سات سَو آدمی لگے ہوئے تھے وہ سب کے سب نکل آئے۔ اب آنحضرتؐ اُن میں سے جس کے پاس سے گزرتے تھے۔ یہ فرماتے جاتے تھے کہ جابرؓ کی دعوت میں چلو۔ یہ حال دیکھ کر میں آگے بڑھا اور اپنے گھر جا کے اپنی زوجہ سے میں نے یہ ذکر کیا کہ خدا کی قسم جنابِ رسُولِ خدا اتنے آدمیوں کو ساتھ لا رہے ہیں کہ تم کو اُن سب کے کھانا کھلانے کی طاقت نہیں ہے۔ اُن کی زوجہ نے پوچھا صاحب! تم نے جنابِ رسولِ خدا کو کھانے کی مقدار بھی بتا دی ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں! میں نے پہلے ہی عرض کر دیا ہے۔ زوجہ بولی تو جتنوں کو بھی وہ ساتھ لا رہے ہیں وہ جانیں (اور اُن کا کام) پس آنحضرتؐ جابرؓ کے گھر آئے اور پتیلی کی طرف نظر فرمائی۔ اور جابرؓ کی بی بی سے ارشاد فرمایا کہ تھوڑا سا اِس میں سے اُنڈیل دے اور تھوڑا سا باقی رہنے دے۔ پھر تنور کو دیکھا اور حکم دیا اس میں سے کچھ روٹیاں نکال لے اور کچھ باقی رہنے دے۔ پھر ایک بڑا سا کاسہ طلب کیا روٹیاں اُس میں چوری گئیں اور فرمایا کہ اے جابرؓ! میرے پاس دس دس کو لاتے جاؤ بس میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ دسوں آدمی سیر ہو گئے۔ حالانکہ کھانے پر انگلیوں کے صرف نشان ہی نشان معلوم ہوئے ورنہ کھانا بجنسہ موجود رہا۔ پھر آنحضرتؐ نے بکرے کا دست مانگا اُسے بھی اُن دس آدمیوں نے خوب کھایا۔ بعد اُن کے اور دس آدمی بٹھائے گئے۔ وہ بھی خوب سیر ہو گئے۔ اور اُن کی اُنگلیوں کے نشان ہی کھانے پر نظر آئے۔ پھر اُن کے لئے بھی بکری کا دست حضرتؐ نے طلب فرمایا۔ میں نے حاضر کیا۔ اُسے بھی اُن دس آدمیوں کو کھلایا۔ پھر اُس دسترخوان پر دس آدمیوں کی تیسری صف بٹھائی گئی۔ جب وہ لوگ بھی کھانا کھا چکے تو حضرتؐ نے فرمایا ان کے لئے بھی ایک دست لاؤ۔ میں نے حاضر کرنے کے بعد عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! بکری کے دست کتنے ہوتے ہیں؟ فرمایا دو ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ خدا کی قسم تین دست تو میں لا چکا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے جابرؓ! اگر تم خاموش رہتے تو میں کُل آدمیوں کو اسی طرح دست کھلائے جاتا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں اسی طرح دس دس آدمیوں کو لا کر کھانے پر بٹھاتا رہا۔ اور وہ سب اچھی طرح سیر ہوتے گئے۔ پھر بھی کھانا اتنا بچ رہا کہ ہم کئی روز تک کھاتے رہے

المختصر اب جنابِ رسولِ خدا نے خندق کھود لی۔ اور اُس کے آٹھ دروازے رکھے۔ اور ہر دروازہ پر ایک شخص کو مہاجرین میں سے اور ایک شخص کو انصار میں سے مع چند چند آدمیوں کے محافظ مقرر فرما دیا۔ اور قریش کے آنے سے تین روز پہلے خندق ہر طرح تیار ہو گئی۔ پھر قریش اور بنی کنانہ اور بنی سلیم اور بنی ہلال وارد ہوئے اور موضع زغابہ میں اُترے۔ پھر قریش آگے بڑھے۔ اُن کے ہمراہ حی بن اخطب بھی تھا۔ قریش تو وادیٔ عقیق میں ٹھہر گئے اور حی ابنِ اخطب رات کے وقت بنی قریظہ کے پاس آیا۔ وہ لوگ اپنے قلعہ میں تھے اور جو عہد جناب رسولِ خدا سے کر چکے تھے۔ اُس پر قائم تھے۔ پس حی ابن اخطب نے قلعہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کعب بن اسید نے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سُنی تو اپنی زوجہ سے یہ کہا کہ یہ تیرا بھائی ہے جس نے اپنی قوم میں تو نحوست پھیلا دی اب یہاں آیا ہے کہ ہم پر بھی اپنی نحوست کا اثر ڈالے۔ ہم کو ہلاک کرے اور ہم کو یہ مشورہ دے کہ محمدؐ (مصطفےٰ) کے اور ہمارے مابین جو عہد ہے اُسے ہم توڑ دیں حالانکہ محمدؐ (مصطفےٰ) نے اپنے عہد کو (برابر) پورا کیا ہے اور پڑوسیوں کے ساتھ جو اچھے سے اچھا سلوک کیا جاتا ہے وہ ہمارے ساتھ مدنظر رکھا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے محل سے اُترا اور دروازہ پر آکر پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا میں حی ابنِ اخطب ہوں۔ میں تیرے پاس دائمی عزت لیکر آیا ہوں۔ کعب نے کہا بلکہ تو میرے لئے دائمی ذلت کا سامان لے کر آیا ہے۔ وہ بولا اے کعب! قریش مع اپنے سرداروں اور افسروں اور بنی کنانہ کے جو اُن کے ہم قسم ہیں وادیٔ عقیق میں اُترے ہوئے ہیں اور بنی فزارہ اپنے افسروں سمیت زغابہ میں مورچہ بندی کئے ہوئے ہیں۔ اور بنی سلیم وغیرہ کا لشکر قلعۂ بنی ذبیان کے قریب پڑا ہوا ہے اتنی کثیر التعداد فوج سے محمدؐ اور اُن کے اصحاب بچ کر کہیں بھی نہیں جا سکتے۔ اے کعب! تو دروازہ کھول دے اور جو عہد تو نے محمدؐ (مصطفےٰ) سے کیا ہے اُسے توڑ دے۔ کعب نے جواب دیا کہ میں تیرے لئے ہرگز دروازہ نہیں کھولوں گا تو جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ حی نے کہا تو اس لئے دروازہ نہیں کھولتا کہ اگر ہم لوگ تیرے پاس آئیں گے تو تجھے کھانا کھلانا پڑیگا میں تجھے اس تکلیف کی معافی دیتا ہوں اب تو دروازہ کھول دے۔ کعب نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہو تو نے عجیب ترکیب سے یہ میرے پاس آنے کی راہ اختیار کی ہے۔ پھر اپنے ملازموں کو دروازہ کھولنے کا حکم دے دیا۔ جب دروازہ کھولا گیا حی ابنِ اخطب اندر آیا تو اُس نے کہا۔ اے کعب! جو عہد محمدؐ (مصطفےٰ) کے اور تیرے مابین ہے اُسے توڑ دے اور میری رائے رد نہ کر اس لئے کہ محمدؐ اتنے بڑے گروہ سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ اگر تو نے یہ وقت کھو دیا تو پھر ایسا وقت تیرے ہاتھ کبھی نہ آئے گا۔ پس کعب نے قلعہ والوں میں سے سردارانِ یہود مثل

غزال بن شمول یاسر بن قیس۔ رفاعہ بن زید۔ زبیر بن باطا کو جمع کر کے کہا تم لوگوں کی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ سب نے جواب دیا اے کعب! تو ہمارا سردار ہے ہم تیرے فرمانبردار اور ہم عہد ہیں اگر تو محمد (مصطفٰے) کا معاہدہ توڑیگا تو ہم بھی توڑدینگے۔ اگر تو باقی رکھیگا تو ہم بھی باقی رکھینگے۔ اگر تو (لڑنیکے لئے قلعہ سے) باہر نکلیگا تو ہم بھی تیرے ساتھ نکل پڑینگے۔ اس کے بعد زبیر بن باطا جو سب میں بوڑھا اور تجربہ کار آدمی تھا آنکھیں اُس کی جاتی رہی تھیں۔ بولا میں نے خدا کی نازل کی ہوئی کتاب توریت میں پڑھا ہے کہ خداوندِ عالم آخر زمانہ میں ایک رسول مبعوث فرمائے گا جو مکہ میں پیدا ہوگا اور اسی مدینہ میں ہجرت کر کے آئے گا اور بغیر زین کے گدھے پر سوار ہوگا۔ سر پر عمامہ باندھے گا۔ تھوڑے سے چھواروں اور قلیل غذا پر گزران کر لیا کرے گا۔ ہنس مکھ اور بڑا لڑنے والا ہوگا۔ آنکھوں میں اُس کی سُرخی ہوگی۔ دونوں شانوں کے مابین مُہرِ نبوت ہوگی۔ جب وہ اپنے کندھے پر تلوار رکھے گا پھر وہ کسی کی پرواہ نہ کرے گا۔ اُس کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک سوار اور پیدل بھی نہیں جاسکتے ہیں یعنی سمندر تک پس اگر یہ وہی ہے تو یہ جماعت اُس کو مغلوب نہیں کرسکتی۔ (سُنو!) اگر وہ بڑے بڑے پہاڑوں کا قصد کرے تو ضرور اُن پر غالب آجائے گا۔ حی ابن اخطب نے جواب دیا یہ وہ نبی نہیں ہے۔ (جس کی صفت تم نے بیان کی) وہ تو بنی اسرائیل میں سے ہوگا۔ یہ تو عرب کا باشندہ اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہے۔ اور کبھی بنی اسرائیل اُس شخص کی اطاعت نہیں کرسکتے جو اسمٰعیلؑ کی اولاد میں سے ہو کیونکہ خدا نے بنی اسرائیل کو تمام آدمیوں پر بزرگی اور فضیلت دی ہے اور نبوت و سلطنت انہی میں مقرر کی ہے۔ اور حضرت موسیٰؑ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم لوگ کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہماری موجودگی میں ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اور محمد (مصطفٰے) کے پاس کوئی معجزہ نہیں ہے۔ البتہ اُنہوں نے جادو کر کے ایک جماعت کو اپنے پاس اکٹھا کر لیا ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ اُسی جادو کے زور سے ان سب پر بھی غالب آجائیں۔ یہی باتیں کرتے کرتے اُن لوگوں کو اُن کی رائے سے ہٹا دیا یہاں تک کہ اُنہوں نے اُس کی بات مان لی۔ اب اُس نے اُن سے کہا لاؤ وہ عہدنامہ نکالو جو تمہارے اور محمد (مصطفٰے) کے مابین ہے۔ پس اُن لوگوں نے حی ابن اخطب کو وہ عہدنامہ دے دیا اُس نے وہ کاغذ لیا اور پھاڑ ڈالا۔ پھر بولا بات پکی ہوچکی اب تم سب کے سب لڑائی کے لئے مہیا ہو جاؤ اور سامانِ جنگ درست کرلو۔ جنابِ رسولِ خدا کو اِس واقعہ کی خبر پہنچی جس کی وجہ سے وہ جنابؐ بیحد غمگین ہوئے۔ اور تمام صحابی خوف زدہ ہوگئے۔ پس آنحضرت نے سعد بن معاذ اور اُسید بن حصین سے کہ یہ دونوں قبیلۂ اوس سے تھے اور اِس قبیلہ میں اور بنی قریظہ میں قسم ہوچکی تھی فرمایا تم دونوں جاؤ اور بنی قریظہ کو دیکھو کہ وہ کس شغل میں ہیں اور اگر اُنہوں

نے میرا عہد توڑ دیا ہو تو جب تک تم میرے پاس واپس نہ آ جاؤ کسی پر اپنا حال ظاہر نہ کرنا اور (میرے پاس آکر) مجھ سے عضل والقارہ کہہ دینا۔ پس یہ دونوں دروازہ قلعہ کے پاس پہنچے۔ اوپر سے کعب نے جھانکا اور دونوں کو دیکھ کر سعد کو اور جناب رسولِ خدا کو ناسزا کہنے لگا۔ سعد نے جواب دیا کہ اے کعب! تو لومڑی (کے مانند) ہے کہ بھٹ میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو قریش کا ساتھی ہو گیا۔ اب جناب رسولِ خدا تیرے قلعہ کا محاصرہ کریں گے اور تجھے ذلت دیں گے اور تیری گردن ماریں گے یہ کہہ کر وہ دونوں جناب رسولِ خدا کی خدمت میں پلٹ آئے اور عرض کی عضل والقارہ۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ یہ تو ہماری ہی مصلحت کے موافق ہے ہم نے ہی اُن کو ایسا کرنے کا مشورہ دے دیا ہے۔ اور اس فرمانے کی بنا یہ تھی کہ آنحضرت کے اصحاب میں قریش کے جاسوس لگے ہوئے تھے جو یہاں کی خبریں وہاں پہنچایا کرتے تھے۔ یہ ایک مَثَل ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ عضل اور قارہ عرب کے دو قبیلے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ان لوگوں نے غدر کیا تھا۔ پھر جو کوئی غدر کرتا تھا تو انہی دونوں قبیلوں کا نام لایا جاتا تھا اور یہ کہا جاتا تھا عضل والقارہ (مطلب یہ ظاہر کرنا ہوتا تھا کہ جن کی خبر ملنا مقصود ہے اُنہوں نے غدر کیا) حی بن اخطب گروہِ قریش اور ابوسفیان کے پاس آیا اور اُن کو یہ خبر دی کہ بنی قریظہ نے وہ عہد جو اُن کے اور جناب رسولِ خدا کے درمیان میں تھا اُس کو توڑ دیا۔ یہ خوش خبری پاکر قریش بہت خوش ہوئے۔ جب رات ہو گئی تو نعیم بن مسعود اشجعی جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قریش کے آنے سے تین روز پہلے اسلام لا چکا تھا۔ اُس نے عرض کی یا رسول اللہ! میں خدا پر ایمان لایا ہوں اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر چکا ہوں۔ اور (مصلحتاً) کفار سے میں نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں معرکۂ جنگ میں اپنی ذات سے حاضر ہو کر آپ کی نصرت کروں یا ارشاد ہو تو جاکر یہود اور قریش میں تفرقہ ڈال دوں تاکہ یہودی اپنے قلعہ سے قریش کی مدد کے لئے قدم باہر نہ نکالیں۔ آنحضرت نے فرمایا ایسی ہی تدبیر کر جس سے ان دونوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ یہی میرے نزدیک زیادہ مناسب ہے۔ نعیم نے عرض کی اتنی اور اجازت دے دیجئے کہ جو کچھ بھی میرے دل میں آئے وہ میں حضور کی شان میں (پسِ غیبت) کہوں۔ فرمایا جو مصلحت سمجھنا وہ کہہ دینا۔ پس نعیم (اُسی وقت) ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا جو محبت اور خلوص مجھے تم لوگوں سے ہے اُسے تم خوب جانتے ہو۔ خدا تم کو تمہارے دشمنوں پر کامیاب کرے۔ مجھے پکی خبر پہنچی ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ یہودیوں سے مل گئے ہیں اور ایکا کر لیا ہے۔ اور اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ یہود تمہارے لشکر میں آملیں اور موقع پا کر تمہیں قتل کر دیں۔ اور محمدؐ نے اُن لوگوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ اگر تم لوگ اس کام کو انجام دے دو گے تو جو نقصان

تم کو بنی نضیر اور بنی قینقاع سے پہنچا ہے اُس کی تلافی کردی جائے گی۔ جو مال تمہارا اُنہوں نے لے لیا ہے وہ واپس دلوا دیا جائے گا۔ میری رائے تو ہرگز یہ نہیں ہے کہ تم یہود کو اپنے لشکر میں شریک کرو جب تک کہ اُن میں سے (کسی سردار کو) ضامن نہ بنا لو۔ اور اُسے مکّہ نہ بھیج دو کہ اس صورت میں تم لوگ یہود کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکو گے۔ ابوسفیان نے کہا۔ خدا تجھے توفیق اور جزائے خیر عطا فرمائے کہ تو نے مجھے بڑی نصیحت کی۔ نعیم کا مسلمان ہو جانا اُس وقت تک نہ ابوسفیان کو معلوم ہوا تھا۔ اور نہ کسی یہودی کو۔ پس وہ جلدی سے بنی قریظہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے کعب! تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے کتنی دلی محبت ہے۔ مجھے سچی خبر پہنچی ہے کہ ابوسفیان نے اپنے لشکر کو یہ مشورہ دیا ہے کہ لڑائی کے وقت بنی قریظہ کو آگے رکھنا چاہیئے کہ اگر اُن کی فتح ہوئی تو ہماری ہی بات بڑھے گی اور ہمارا ہی نام ہوگا اور اگر ہم نے شکست کھائی تو بنی قریظہ ہی قتل ہوں گے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ جب تک تم قریش کے دس سردار بطور ضمانت و رہن اپنے قلعہ میں نظر بند نہ کرلو ہرگز قریش کو شریکِ جنگ نہ بناؤ دیکھو! اگر قریش کامیاب نہ ہوسکیں تو تم یہ کہہ دینا کہ جب تک ہم سے محمدؐ (مصطفےٰ) دوبارہ عہد و پیمان نہ کرلیں ہم تمہارے آدمی واپس نہ دیں گے۔ اے کعب! یاد رکھ کہ اگر قریش کی شکست ہو گئی اور وہ میدان سے بھاگ گئے تو محمدؐ (مصطفےٰ) تم سے ضرور لڑیں گے اور تم کو قتل کر دینگے۔ کعب نے کہا یہ تو تم نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ اور ہمیں بہت اچھی صلاح دی۔ جب تک ہم قریش سے اُن کے سرداروں کو لے کر اپنے قلعہ میں بطور رہن اول نہ رکھ لیں گے ہم میں سے ایک بھی قلعہ سے باہر نہ نکلے گا۔

المختصر اب قریش (لشکر آراستہ کرنے کے بعد) آگے بڑھے۔ جب اُنہوں نے خندق دیکھی تو کہنے لگے کہ یہ مکر ہے جس سے عرب پہلے سے آگاہ نہ تھے۔ کسی نے کہا کہ یہ تدبیر اُس فارسی نے بتلائی ہے جو محمدؐ (مصطفےٰ) کے ہمراہ ہے۔ اتنا سُن کر عمرو ابنِ عبدوُدّ اور ہبیرہ بن وہب اور ضرار بن خطاب خندق کے پار ہو گئے۔ اور گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے لشکرِ اسلام کے مقابل آگئے۔ جنابِ رسولِ خدا نے اپنی فوج کے پرے اپنے سامنے جمائے تھے۔ جونہی مسلمانوں نے عمرو کو دیکھا سب کے سب خوف زدہ ہو کر جنابِ رسولِ خدا کے پیچھے آگئے اور آنحضرتؐ کو آگے دھر لیا۔ مہاجرین میں سے ایک شخص (عمر بن خطاب) نے اپنے ساتھی سے کہا جو اُس کے پہلو میں تھا دیکھتے ہو تم اس شیطان عمرو کو خدا کی قسم کوئی بھی تو اس سے مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ چلو محمدؐ کو اس کے سامنے کردیں کہ وہ اِن کو قتل کرڈالے تاکہ ہم سب کے سب اپنی قوم سے جاملیں پس خدائے عزوجل نے اُسی وقت یہ آیت قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنكُمْ سے وَكَانَ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ہ (دیکھو صفحہ ۶۶۹ سطر آخر) تک نازل فرمائی۔ اور عمرو بن عبدِ وَدّ نے زمین میں اپنا نیزہ گاڑ دیا اور گھوڑے کو کاوہ دینے لگا۔ اور یہ رجز پڑھنے لگا ؎

وَلَقَدْ بُحِحْتُ مِنَ النِّدَآءِ بِجَمْعِكُمْ هَلْ مِنْ مُّبَارِزْ	وَوَقَفْتُ اِذْ جَبُنَ الشُّجَاعُ مَوَاقِفَ الْقِرْنِ الْمُنَاجِزْ
اِنِّيْ كَذٰلِكَ لَمْ اَزَلْ مُتَسَرِّعًا نَحْوَ الْهَزَاهِزْ	اِنَّ الشَّجَاعَةَ فِي الْفَتٰى وَالْجُوْدَ مِنْ خَيْرِ الْغَرَائِزْ

ترجمہ:۔ "میں تم سب ہی سے تو بآوازِ بلند یہ کہتے کہتے تھک گیا ہوں کہ آیا تم میں کوئی لڑنے والا ہے جو نکلے۔ میں بہادر اور دلیر شخص کی جگہ کھڑا ہوا ہوں جہاں کہ شجاع بھی بزدلی کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ لڑائی اور مصائب کی طرف بھی میں ایسا ہی جھپٹ کر جاتا رہا۔ واقعی بات یہ ہے کہ نوجوان میں شجاعت اور سخاوت ہی بہترین اخلاق ہیں"

جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے جو اس کتّے کے بھونکنے کو بند کردے۔ کسی نے آنحضرتؐ کی بات کا جواب نہ دیا۔ صرف جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام لبیک کرآئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں اس کے مقابلہ کے لئے حاضر ہوں۔

(قولِ مترجم۔ بعض روایات سے پایا جاتا ہے کہ سب اصحاب سے جنابِ رسولِ خدا نے تین مرتبہ یہ خطاب فرمایا مگر ہر مرتبہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام ہی نے جواب دیا بالآخر) آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ یہ عمرو بن عبدِ وَدّ فارسِ یَلْیَلْ (شہسوارِ میدانِ یَلْیَلْ) ہے۔ جناب امیر المؤمنین نے عرض کی یا رسول اللہ! میں بھی تو علی ابن ابیطالب ہوں! حضرتؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ میرے قریب آؤ۔ جب وہ جناب قریب گئے تو جنابِ رسولِ خدا نے آپ کے سرِ مبارک پر اپنے دستِ اقدس سے عمامہ باندھا اپنی تلوار ذوالفقار اُن جناب کو عطا فرمائی اور ارشاد کیا اے علیؑ جاؤ اور اسی تلوار سے لڑو اور یہ دعا بھی دی اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ وَعَنْ يَّمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ وَمِنْ فَوْقِهٖ وَمِنْ تَحْتِهٖ " یا اللہ! تو آگے سے پیچھے سے داہنے سے بائیں سے اوپر سے اور نیچے سے علیؑ کی حفاظت کیجیو" پس جناب امیرالمؤمنین دوڑتے ہوئے اُس کی طرف چلے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔ ؎

لَا تَعْجَلَنَّ فَقَدْ اَتَاكَ مُجِيْبُ صَوْتِكَ غَيْرُ عَاجِزْ	ذُوْ نِيَّةٍ وَّبَصِيْرَةٍ وَّالصِّدْقُ مُنْجِيْ كُلَّ فَائِزْ
اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ اُقِيْمَ عَلَيْكَ نَائِحَةَ الْجَنَائِزْ	مِنْ ضَرْبَةٍ نَّجْلَاءَ يَبْقٰى صِيْتُهَا بَعْدَ الْهَزَاهِزْ

(ترجمہ) "کیوں جلدی کرتا ہے تیری دریدہ دہنی کا دندان شکن جواب دینے والا جو کسی طرح عاجز نہیں آ پہنچا جس کا ارادہ پکا ہے اور جو صاحبِ بصیرت ہے اور سچائی ہی تو کامیاب ہونے والوں کو

بلاؤں سے نجات دیتی ہے۔ مجھے خدا کی ذات سے قوی اُمید ہے کہ میری گہری ضربت جس کا شہرہ دل ہلا دینے والی لڑائی کے بعد بھی باقی رہے گا۔ تیرے لاشہ پر رونے والی عورتوں کو جمع کر دے گی۔"

عمرو نے کہا تم کون ہو؟ حضرت نے جواب دیا میں ہوں علیؑ بن ابی طالب جناب رسولِ خدا کا ابنِ عم اور داماد۔ عمرو نے کہا خدا کی قسم تمہارے والد میرے بڑے دوست اور ہم صحبت تھے۔ مجھے بُرا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو قتل کروں۔ تمہارے چچا زاد بھائی نے جب تمہیں میرے مقابلہ کے لئے بھیجا اس کا بھی اندیشہ نہ کیا کہ میں تم کو اپنے اس نیزہ میں چبھو کر اُٹھا لوں گا۔ اور زمین و آسمان کے مابین میں تم کو اس طرح ادھر چھوڑ دوں گا۔ کہ نہ تم زندہ ہی رہو گے اور نہ جلدی سے مر ہی جاؤ گے۔ جناب امیرؑ نے جواب دیا کہ میرے ابنِ عم خوب جانتے ہیں کہ اگر تو مجھے قتل کر دے گا تو میں جنت میں جاؤں گا۔ اور تو دوزخ میں جلے گا اور اگر میں تجھ کو مار ڈالوں گا تب بھی میں بہشت میں داخل ہوں گا اور تیرا ٹھکانا تو بہرصورت دوزخ ہی ہوگا۔ عمرو نے کہا یا علیؑ (کیا خوب!) تمہارے ہی دونوں میٹھے۔ یہ تو دھاندلی کی تقسیم ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اے عمرو! ان فضول باتوں کو جانے دے (معاملہ کی بات پر آ) میں نے خود تجھ سے سُنا ہے کہ ایک مرتبہ تو خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے یہ کہہ رہا تھا کہ لڑائی کے وقت جو شخص تین حاجتیں میرے سامنے پیش کیا کرے گا میں اُن میں سے ایک بات ضرور مان لیا کرونگا اب میں تجھ سے تین باتیں کہتا ہوں اُن میں سے کسی ایک کو تو قبول کر لے۔ عمرو نے کہا۔ ہاں اے علیؑ! بیان کرو وہ کیا ہیں؟ فرمایا اول تو یہ ہے کہ تو کلمۂ شہادت زبان پر جاری کر لے اور یہ کہہ لے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اُس نے کہا اسے تو جانے دو۔ فرمایا دوسرا امر یہ ہے کہ تو یہاں سے چلا جا اور اِس لشکر کو جنابِ رسولِ خدا کے سامنے سے ہٹا لے جا۔ اس لئے کہ اگر آنحضرتؐ سچے ہیں تو تم دیکھ لو گے کہ وہ کس طرح غالب آتے ہیں۔ اور اگر (معاذ اللہ) آنحضرتؐ جھوٹے ہیں تو تم جیسے بہادروں کو تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ عرب کے بھیڑیئے ہی اُن کا کام تمام کر دیں گے۔ عمرو نے کہا یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر اب میں ایسا کروں تو قریش کی عورتیں مجھ پر طعن کریں گی اور میری نامردی اور بزدلی کے اشعار گایا کریں گی کہ میں بزدل ہو کر لڑائی سے ہٹ گیا۔ اور قدم میں نے پیچھے ہٹا دیا اور جس قوم نے مجھے اپنا سردار بنایا تھا اُن کی میں نے نصرت چھوڑ دی حضرت نے فرمایا تو اب تیسری بات یہ ہے کہ میں پیادہ ہوں اور تو سوار ہے۔ تو بھی مجھ سے لڑنے کے لئے گھوڑے سے اُتر پڑ۔ یہ سُنتے ہی وہ فوراً اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اُس کو پے کر دیا (یعنی ایک ہاتھ

تلوار کا مار کر اُس کے چاروں پاؤں کاٹ ڈالے۔ اور کہنے لگا اس کا مجھے کبھی خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ کوئی عرب اس شان سے مجھے اپنی لڑائی کے لئے بلائے گا۔ پھر عمرو نے (دوسری) تلوار نیام سے کھینچی اور حضرت پر وار کیا۔ اُن جناب نے اُس کا وار ڈھال پر روکا۔ وہ تلوار حضرت کی سپر کو کاٹ کر سر مبارک تک پہنچی۔ حضرت نے فرمایا اے عمرو! میرے لڑنے کے لئے تجھ سا پہلوان ہی کیا کم تھا کہ تو نے اپنی مدد کے لئے اور لوگوں کو بھی بلا لیا۔ یہ سُن کر عمرو نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ ادھر حضرت نے تیزی سے اُس کی ران پر ضربت لگائی کہ دونوں ٹانگیں اُس کی کٹ گئیں۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ اُس کے گرنے سے غبار بلند ہوا۔ منافقین آپس میں کہنے لگے کہ علیؑ بن ابیطالب مارے گئے۔ مگر جب دامنِ غبار چاک ہوا تو دیکھا کہ امیرالمومنین علیہ السلام سینۂ عمرو پر سوار ہیں اور اُس کی ڈاڑھی پکڑے ہوئے ہیں اور اُس کو ذبح کرنا چاہتے ہیں پھر وہ جناب اُس کافر کا سر لئے ہوئے جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب امیرؑ کے سرِ مبارک سے بوجہ ضربتِ عمرو خون جاری تھا اور ذوالفقار سے اُس کافر کے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ عمرو کا سر ہاتھ میں لئے ہوئے یہ شعر پڑھتے چلے آتے تھے۔ ؎

اَنَا عَلِیٌّ وَّ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب	اَلْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْفَتٰی مِنَ الْهَرَب

ترجمہ:۔ میں علیؑ (بن ابیطالب) اور عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔ جوانمرد کے لئے بھاگنے سے مرنا بہتر ہے۔" جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا اے علیؑ! تم اِس کافر سے چال چلے۔ عرض کی بیشک یا رسول اللہ! لڑائی تو چال ہی ہے۔ پھر جنابِ رسولِ خدا نے زبیر کو ہبیرہ بن وہب کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ زبیر نے ہبیرہ کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ اُس کی کھوپری شگافتہ ہو گئی۔ پھر جنابِ رسولِ خدا نے عمر بن خطاب کو ضرار سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ یہ ذات شریف صفِ لشکر سے نکلے۔ ضرار پر تیر چلانے کے لئے کمان میں تیر جوڑنے لگے۔ ضرار نے چلا کے کہا او صنحاک کے بچے! وائے ہو تجھ پر (یہ کیا نامردی ہے) میدانِ کارزار میں تو مجھے تیر مارے گا۔ اگر تو نے مجھ پر تیر چلایا تو خدا کی قسم سرزمینِ مکہ پر بنی عدی سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا یہ سُن کر (میاں) عمر ڈر گئے۔ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ضرار نے اُن کا پیچھا کیا اور قریب آکر اُن کی کھوپری میں نیزہ چبھو دیا۔ پھر کہا اے عمر! اسے یاد رکھنا۔ میں نے قسم کھا لی ہے کہ حتی المقدور کسی قریشی کو قتل نہ کروں گا۔ (اسی لئے میں نے تجھ کو چھوڑ دیا) عمر صاحب کو ضرار کی عنایت اُن کے زمانۂ حکومت (باطلہ) تک یاد رہی۔ پس عمر تو بھاگ گیا اور جنابِ رسولِ خدا خندق میں پندرہ روز تک کفار سے لڑتے رہے۔ ابوسفیان نے حی بن اخطب سے کہا

اے یہودی! خدا تجھے غارت کرے اب وہ تیری قوم کے لوگ کہاں ہیں؟ اُس وقت حیّ بن اخطب اُن کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ ارے کم بختو! اب تو نکلو کہ اس وقت تو محمدؐ (مصطفےٰ) کو لڑائی نے اچھی طرح آ لیا ہے مگر تم لوگ نہ تو محمد (مصطفےٰ) ہی کے ساتھ ہو اور قریش ہی کے مددگار! کعب نے جواب دیا ہم لوگ ہرگز باہر نہ نکلیں گے جب تک قریش اپنے دس سردار ہمارے پاس بطور رہن (اول) نہ بھیج دیں گے۔ اس لئے اگر قریش فتحیاب نہ ہوئے تو جب تک محمدؐ (مصطفےٰ) ہم سے دوبارہ معاہدہ نہ کر لیں ہم اُن دس آدمیوں کو واپس نہ دیں گے۔ ہم کو اس بات کا خوف ہے کہ اگر قریش بھاگ جائیں گے اور ہم لوگ اپنے گھروں میں رہ جائیں گے تو محمدؐ (مصطفےٰ) ہم سے لڑیں گے اور ہمارے مردوں کو قتل کریں گے اور ہماری عورتوں اور بچوں کو قید کر لیں گے اور اگر ہم نے میدانِ جنگ میں قدم نہ رکھا اور قریش کا ساتھ نہ دیا تو شاید وہ ہم کو ہمارا عہدنامہ واپس کر دیں۔ حیّ ابن اخطب نے کہا تُو تو ایسے لالچ کی بات کہتا ہے جو پوری ہونے والی نہیں۔ اس لڑائی میں تو محمدؐ (مصطفےٰ) کو سارے ہی عرب نے گھیر لیا ہے مگر تم اِس وقت تک نہ محمدؐ (مصطفےٰ) ہی کے طرفدار رہو اور نہ قریش ہی کے ساتھی۔ کعب نے جواب دیا کہ یہ تو تیری ہی نحوست ہے۔ تیرا کیا بگڑے گا تُو تو پرندہ ہے کل قریش کے ساتھ اُڑ جائے گا۔ ہم لوگوں کو ہمارے گھروں میں چھوڑ جائے گا۔ محمدؐ (مصطفےٰ) ہم پہ چڑھ دوڑیں گے۔ حیّ نے کہا اے کعب! میں خدا سے اور حضرت موسیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر قریش کو محمدؐ (مصطفےٰ) کے مقابل کامیابی نہ ہوئی تو میں تیرے ساتھ تیرے قلعہ میں چلا آؤں گا۔ جو اُفتاد تجھ پہ پڑے گی وہی میرا حال ہوگا۔ اب تو تُو قریش کی مدد کرے گا؟ اُس نے جواب دیا میں تو پہلے ہی ایک بات کہہ چکا کہ جب تک قریش اپنے دس سردار ہمارے پاس گرو نہیں رکھیں گے ہم لوگ قدم باہر نہ نکالیں گے یہ سُن کر حیّ بن اخطب بے نیل مرام قریش کے پاس واپس گیا اور اُن سے سب واقعہ بیان کیا۔ جب ضمانت و رہن کا ذکر آیا تو ابو سفیان بولا۔ خدا کی قسم نعیم بن مسعود نے سچ کہا تھا کہ یہ قوم دھوکا دے گی۔ خیر ہمیں بندروں اور سؤروں کے بھائیوں سے کوئی غرض و مطلب نہیں۔ چونکہ لڑائی کو عرصہ گزر گیا تھا اور لشکرِ اسلام محصور ہو گیا تھا۔ سردی کا وہ موسم تھا تو اصحابِ رسولؐ گھبرا گئے اور لگے بھوکے مرنے۔ یہود کی طرف سے اُن کے دلوں میں بیحد خوف بیٹھ گیا تھا۔ منافقین آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے تھے۔ جس کی خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو خبر دی۔ اصحابِ رسولؐ میں سے بہت کم ایسے باقی رہے تھے جن کے دلوں میں نفاق پیدا نہ ہوا ہو۔ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب کو پہلے ہی یہ خبر دے دی تھی کہ عرب ٹولیاں باندھ باندھ کر مجھ پہ بلندی کی طرف سے حملہ کریں گے۔ اور یہود اپنے عہد کو توڑ دیں گے۔ تم اُن سے ڈر جاؤ گے۔ اور لوگوں کو تکلیف

بہت کچھ پہنچ گئی۔ لیکن نتیجہ ہمارے موافق اور اُن کے برخلاف ہوگا۔ پس جب قریش آئے اور یہود نے عذر کیا تو منافقین نے کہا کہ خدا اور رسولؐ نے ہم کو دھوکا دیا۔ اُن منافقوں میں سے بعض کے مکانات اطرافِ مدینہ میں تھے وہ لگے عرض کرنے کہ یا رسول اللہ! ہمارے مکان غیر محفوظ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہود ہمارے مکانوں کو لوٹ لیں۔ آپ ہم کو اجازت دے دیں کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ اُن میں سے ایک جماعت نے یہ بھی کہا کہ آؤ اس جنگل میں بھاگ چلیں اور بدوؤں سے پناہ مانگیں کہ جناب رسولؐ خدا نے ہم سے جتنے وعدے کئے تھے وہ سب جھوٹے نکلے۔ جنابِ رسولِ خدا نے اصحاب کو حکم دیا تھا کہ شب کے وقت مدینہ کی حفاظت کیا کریں۔ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام سارے لشکرِ اسلام کے گرد رات بھر طلایہ پھرا کرتے تھے اور حفاظت کیا کرتے تھے۔ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص ادھر کا قصد کرتا تھا تو حضرتؑ اُس سے لڑتے تھے۔ اور خندق کو عبور کرکے لشکرِ کفار میں جاتے تھے۔ تمام رات تنہا گشت بھی لگایا کرتے تھے۔ نمازیں بھی پڑھا کرتے تھے اور جب صبح ہوتی تو اپنے مرکز پر لوٹ کر آیا کرتے تھے۔ چنانچہ جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کی مسجد جو آج تک وہاں بنی ہوئی ہے مسجدِ فتح سے وادی عقیق کی طرف ایک تیر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ زائرین وہاں جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دراز ئے محاصرہ کی وجہ سے اپنے اصحاب کی پریشانی دیکھی تو مسجد فتح میں تشریف لے گئے جو ایک پہاڑی پر بنائی گئی تھی۔ اور وہاں پہنچ کر حضرتؐ نے درگاہِ خدا میں دعا مانگی اور مناجات کی کہ خدایا تو اپنا وعدہ وفا کر۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا میں یہ کلمات بھی تھے۔ "یَا صَرِیْخَ الْمَکْرُوْبِیْنَ وَیَا مُجِیْبَ دَعْوَۃِ الْمُضْطَرِّیْنَ وَیَا کَاشِفَ الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ اَنْتَ مَوْلَایَ وَوَلِیِّیْ وَوَلِیُّ اٰبَائِیَ الْاَوَّلِیْنَ اِکْشِفْ عَنَّا غَمَّنَا وَھَمَّنَا وَکَرْبَنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ بِقُوَّتِکَ وَحَوْلِکَ وَقُدْرَتِکَ۔ ترجمہ: اے دردمندوں کے مددگار! اے مضطر بندوں کی دعا قبول کرنے والے! اے بلائے عظیم کے دُور کرنے والے! تو میرا مولا اور حاکم ہے اور میرے آبا و اجداد کا بھی حاکم ہے تو ہمارے غم و الم اور بےچینی کو دُور کر دے اور اس قوم کے شر کو اپنی قوت اور طاقت و قدرت سے ہماری طرف سے پھیر دے"۔ پس جبرئیلؑ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ! خدا نے آپ کی گفتگو سُنی۔ آپ کی دعا قبول فرمائی اور اُس نے ملائکہ کو اور ہوا کو حکم دے دیا ہے کہ وہ قریش کو اور اُن کے گروہوں کو پریشان کر دے۔ پس قریش پر خدا نے ہوا کو مسلط کیا۔ ہوا نے اُن کے خیموں کو اُکھاڑ کے پھینک دیا۔ وہ سب کے سب بھاگ گئے۔ جبرئیلؑ

نازل ہوئے اور اس واقعہ کی بشارت لائے جنابِ رسولِ خدا نے حذیفۂ یمانی کو آوازدی حالانکہ وہ قریب تھے۔ مگر اُنہوں نے جواب نہ دیا۔ دوبارہ پھر حضرتؐ نے پکارا مگر وہ نہ بولے۔ تیسری مرتبہ کے بُلانے میں حذیفہ نے کہا لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم کو بُلا رہا ہوں لیکن تم جواب نہیں دیتے۔ حذیفہ نے عرض کی یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں خوف اور سردی اور بھوک نے مجھے تعمیل ارشاد سے تاخیر میں ڈالا۔ (اب میں حاضر ہوں جو حکم ہو بجا لاؤں) آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ اُن لوگوں کی خبر لاؤ کس حال میں ہیں لیکن میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کر بیٹھنا۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ قریش پر خدا نے ہوا کو مسلط کیا ہے۔ ہوا نے اُن کو بھگا دیا ہے۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ بمجرد ارشاد میں اُس طرف کو روانہ ہوا۔ حالت میری یہ تھی کہ سردی سے میری بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی۔ لیکن یہ کیفیت صرف تھوڑی دُور چلنے تک رہی۔ جب خندق سے پار اُتر گیا تو گویا حمام میں پہنچ گیا۔ پس میں ایک بڑے خیمہ کے پاس آیا۔ دیکھا کہ آگ اُس میں کبھی بجھ جاتی ہے اور کبھی بھڑک اُٹھتی ہے۔ ایک دوسرے خیمہ کے پاس پہنچا تو یکایک کیا دیکھا کہ اُس میں ابوسفیان آگ نیچے لئے بیٹھا ہے۔ اُس پر بھی سردی کی شدّت سے کپکپا رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے اے گروہِ قریش! اگر محمدؐ کے خیال کے موافق آسمان والوں سے ہماری جنگ ہے تو ہم ہرگز آسمان والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر ہماری لڑائی زمین والوں سے ہے تو اُن سے تو ہم لڑ سکتے ہیں۔ پھر بولا کہ بھائیو! ہر شخص اپنے اپنے پہلو میں غور کر لے ایسا نہ ہو کہ محمدؐ کا کوئی جاسوس ہم میں آ بیٹھا ہو۔ حذیفہ کہتے ہیں سب سے پہلے میں بول اُٹھا اور میں نے اپنی دہنی طرف والے آدمی سے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا میں عمرو بن عاص ہوں پھر میں نے اپنی بائیں جانب والے سے دریافت کیا تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا معاویہ بن ابوسفیان۔ میرے جلدی سے بول اُٹھنے کی وجہ یہ تھی کہ مجھ سے کوئی سوال نہ کرنے پائے کہ تو کون ہے؟ پھر ابوسفیان اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور ایسا گھبرایا ہوا تھا کہ اُسے یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ یہ بندھا ہوا ہے۔ اگر مجھ کو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی حرکت کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں ابوسفیان کو وہیں قتل کر دیتا کہ وہ میرے قابو میں تھا پھر خالد بن ولید سے ابوسفیان نے کہا اے ابوسلیمان! مجھے اور تمہیں لازم ہے کہ کمزور آدمیوں کے پیچھے رہیں۔ پس اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا جلد کوچ کرو کہ ہم سب ابھی یہاں سے سفر کرتے ہیں۔ یہ کہہ کے وہ سب بھاگ نکلے۔ جب صبح ہوئی تو جنابِ رسولِ خدا نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا۔ اب تم لوگ اپنے اپنے مقام پر جا رہو۔ طلوع کے بعد وہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے۔ چند آدمی حضرتؐ کے ہمراہ باقی رہ گئے۔ ابوعمرقد کنانی نے

سعد ابن معاذ رحمہ اللہ کے خندق میں ایک تیر مارا تھا جس سے اُن کی رگ اکحل (ہفت اندام) کٹ گئی تھی۔ خون اُس سے جاری تھا۔ سعدؓ نے دوسرے ہاتھ سے اُس رگ کو دبا لیا تھا اور درگاہِ خدا میں عرض کی تھی کہ خداوندا! اگر اس جنگ کا سلسلہ ابھی باقی رکھے تو مجھے بھی اُس کے لئے باقی رکھ اس لئے کہ مجھے اور کوئی چیز اتنی زیادہ پسند نہیں ہے جتنا اُن لوگوں سے لڑنا جو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑیں۔ اور اگر آنحضرتؐ کی اور قریش کی لڑائی ختم ہو چکی ہے تو اسی کو میری شہادت کا ذریعہ قرار دے دے۔ مگر اُس وقت تک مجھے باقی رکھ جب تک کہ بنی قریظہ کی سزا دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ پس خون بند ہو گیا اور ہاتھ اُن کا ورم کر آیا۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کے لئے مسجد میں ایک خیمہ نصب کرا دیا۔ آنحضرتؐ بہ نفسِ نفیس اُن کی غور و پرداخت کرنے لگے۔ خداوند عالم نے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ سے اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ہ تک آیتیں نازل فرمائیں (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۶۶۸ سطر ۴) ان آیات میں اِذْ جَآءُوْکُمْ مِّنْ فَوْقِکُمْ سے مراد قریش۔ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْکُمْ سے بنی قریظہ جنہوں نے عہد شکنی کی تھی اور اصحاب رسول اللہ ان دونوں سے یہانتک ڈرے تھے کہ خدائے تعالیٰ اُن کی حالت بیان فرماتا ہے۔ کہ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ہ اور وہ لوگ جناب رسولِ خدا سے یہ عرض کرنے لگے تھے کہ ہمیں اجازت دے دیجئے کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں کہ وہ اطرافِ مدینہ میں ہیں۔ اور ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں اُنہیں یہود لوٹ نہ لیں۔ انہی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ وَّمَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ۔ جن کا خاتمہ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ہ پر ہوتا ہے۔ اور یہ آخر کی آیتیں مخصوص ثانی کے حق میں ہیں۔ جس نے عبدالرحمن بن عوف سے یہ کہا تھا کہ آؤ محمدؐ کو قریش کے حوالہ کر دیں اور ہم اپنی قوم سے جا ملیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۷۱

قریش کے بھاگ جانے کے بعد حیّ بن اخطب قلعۂ بنی قریظہ میں داخل ہوا۔ پس جناب امیر المومنین علیہ السلام تشریف لائے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ کعب بن اسید قلعہ پر چڑھا اور باہر کو سر نکال کے مسلمانوں کو اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ کو ناسزا کہنے لگا۔ اتنے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ بھی تشریف لے آئے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام استقبال کے لئے آگے بڑھے اور عرض کی یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں قلعہ کے پاس تشریف نہ لے جایئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم اس لئے مجھے روکتے ہو

کہ یہود نے مجھے بُرا کہا ہے۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیں گے تو ہرگز بدکلامی نہ کر سکیں گے اور خدائے تعالےٰ اُن کو ذلیل کرے گا۔ پس وہ جنابؐ قلعہ کے قریب آئے اور ارشاد فرمایا اے بندروں اور سوروں کے بھائیو! اے طاغوت کی پرستش کرنے والو! تم لوگ مجھے کیوں بُرا بھلا کہتے ہو؟ (دیکھو!) ہم وہ ہیں کہ جب دشمن پر جا پڑتے ہیں تو اُس کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ یہ سُنکر کعب نے قلعہ سے سر نکال کے جواب دیا خدا کی قسم اے ابوالقاسم! آپ ہرگز نادان اور جاہل نہیں ہیں۔ اِس کلمہ سُنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا اُس پر اتنی حیا آئی کہ ردا دوش مبارک سے اُتر پڑی۔ اُس قلعہ کے گرد اگرد کھجور کے درخت بکثرت تھے۔ آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن کی طرف انگشتِ مبارک سے اشارہ کیا۔ وہ سب کے سب قلعہ سے دُور جنگل میں متفرق مقامات پر جا کھڑے ہوئے۔ آنحضرتؐ نے قلعہ کے چاروں طرف اپنا لشکر اُتارا۔ اور تین دن تک قلعہ کا محاصرہ رکھا۔ اس اثناء میں قلعہ سے کسی نے سر باہر نہ نکالا۔ تین دن کے بعد غزال بن شمول قلعہ سے اُترا اور جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کرنے لگا۔ جس طرح حضور نے ہمارے ہم قوم بنی نضیر پر عنایت فرمائی۔ اُن کو امان بخشی ہم کو بھی معاف کر دیجئے کہ ہم اپنی بستیاں آپ کے لئے خالی کر دیں گے۔ اور جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے وہ سب کچھ حضور کو دے دیں گے۔ کوئی چیز نہ چھپائیں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ تم سب کے سب میرے حکم کے موافق قلعہ سے باہر نکل آؤ۔ پس غزال واپس گیا۔ وہ لوگ چند روز تک اسی حال میں مبتلا رہے آخر تنگ آ کر اُن کی عورتیں اور بچے رونے اور پیٹنے لگے۔ یہاں تک کہ جب محاصرہ اُن پر گراں اور سخت گزرنے لگا تو وہ لوگ قلعہ سے نکل پڑے اور سب نے جنابِ رسولِ خدا کے سامنے سرِ تسلیم جھکا دئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ مردوں کی مشکیں باندھ لی جائیں اور عورتیں اُن سے جدا کر دی جائیں۔ پس بمجرد ارشاد نبوی وہ سب کہ جن کی تعداد سات سَو تھی رسیوں میں جکڑ لئے گئے۔ عورتیں علیحدہ کر دی گئیں۔ یہ حال دیکھ کر قبیلۂ اَوس اُٹھ کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسولؐ اللہ! یہ لوگ ہمارے ہم قسم اور دوست ہیں۔ بنی خزرج کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ ہماری مدد کی ہے اور حضور نے عبداللہ بن ابی کی سفارش سے سات سَو زرہ پوش اور تین سَو بے زرہ والوں کا خون بھی بحل فرما دیا تھا۔ ہم لوگ حضور کے نزدیک عبداللہ سے ہیٹے نہیں ہیں تو ہماری سفارش سے بنی قریظہ کو بھی معافی دے دیجئے۔ جب کئی مرتبہ اُنہوں نے یہ التجا کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا میں تمہارے ہی قبیلہ میں سے کسی کو حَکَم بنائے دیتا ہوں وہ فیصلہ کر دے گا تو تم اُس کے فیصلہ کو مان لوگے؟ سب نے عرض کی ہم کو منظور ہے۔ اب بتائیے وہ ہے کون؟ فرمایا

سعد بن معاذ! سب نے عرض کی سعد بن معاذ کا فیصلہ ہم کو بسر و چشم قبول ہے۔ غرض سعد بن معاذ کو محافہ میں بٹھا کے وہ لوگ اُس جگہ لائے اور قبیلۂ اوس اُن کے گرد جمع ہو گیا اور کہنے لگے۔ اے ابو عمر! خدا کا خوف مدِ نظر رکھ اور اپنے ہم عہدوں اور دوستوں پر احسان کر (اور اُن واقعات کو یاد کر) کہ انہوں نے (خزرج کے مقابلہ میں) جنگ بُعاث اور حدائق میں اور اور لڑائیوں میں ہماری کیسی مدد کی ہے۔ جب کئی بار اُن لوگوں نے یہی کہا تو سعد نے جواب دیا خدا کی قسم سعد بن معاذ آج کے دن خدا کی راہ میں وہ فیصلہ کرے گا کہ اُسے کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہ ہوگا۔ یہ سُنکر اوس نے کہا افسوس! بنی قریظہ ہمیشہ کے لئے تباہ ہو گئے (قبیلۂ اوس کے اِس کلمہ نے کچھ ایسا اثر کیا کہ) عورتیں اور بچے سعد کے آگے رونے پیٹنے لگے۔ جس وقت جوش و خروش اُن کا کم ہوا سعد نے کہا اے قوم یہود! تم لوگ مجھے پنچ بناتے ہو۔ جو کچھ میں تمہارے بارے میں حکم دوں اُسے تم تسلیم کرو گے؟ سب نے جواب دیا بدل منظور ہے اور ہم کو اُمید ہے کہ آپ انصاف مدِ نظر رکھ کے ہم پر احسان فرمائیں گے اور اچھا فیصلہ دیں گے۔ سعد نے دوبارہ اُن کا اقرار لیا۔ پھر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت ادب سے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار ہو جائیں جناب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا اے سعد! تم اِن لوگوں کے حق میں حکم دو مجھے تمہارا فیصلہ منظور ہے۔ پس سعد نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا حکم یہ ہے کہ اِس قوم کے مرد قتل کئے جائیں۔ عورتیں اور بچے اِن کے قید کئے جائیں۔ مہاجرین و انصار پر اِن کا مال تقسیم کر دیا جائے۔ پس جنابِ رسولِ خدا اُٹھ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ اے سعد! تم نے وہ فیصلہ کیا ہے جو خدا نے سات آسمانوں پر حکم دیا ہے۔ اِس کے بعد سعد رحمہ اللہ کے ہاتھ کا زخم پھوٹ گیا اور خون اُس سے ٹپکنے لگا یہاں تک کہ سعد نے وفات پائی۔ (اُن کی مراد بر آئی) لشکرِ اسلام تمام قیدیوں کو لئے ہوئے مدینہ آیا۔ جنابِ رسولِ خدا نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا۔ بقیع میں گڑھا کھودا گیا۔ جب شام قریب ہوئی تو آنحضرت نے فرمایا کہ ان قیدیوں میں سے ایک ایک آدمی نکالا جائے اور اُس کی گردن ماری جائے۔ حیی بن اخطب نے کعب بن اُسید سے کہا تو دیکھتا ہے کہ اِن لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جا رہا ہے؟ اُس نے کہا کہ پھر تجھے اس کا کیا افسوس۔ کیونکہ جو کوئی کسی مذہب کی طرف دعوت دیتا ہے وہ امرِ تبلیغ میں کاہلی نہیں کرتا۔ گیا وقت اور ہاتھ سے نکلا ہوا موقعہ پھر واپس نہیں آتا۔ اب تم صبر کرو اور اپنے دین پر ثابت قدم رہو۔ پھر کعب بن اُسید صف سے باہر نکالا گیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ گردن میں بندھے ہوئے تھے۔ وہ خوبصورت اور شاندار آدمی تھا۔ آنحضرت

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی طرف نظر کرکے فرمایا اے کعب! تجھے اُس ہوشیار و ذہین عالم کی نصیحت نے جو ملکِ شام سے تیرے پاس آیا تھا کچھ فائدہ نہ دیا۔ اُس نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میں نے سور اور شراب کو چھوڑ دیا ہے۔ اب میں اُس نبیؐ اور رسولؐ کی قدمبوسی اور اطاعت کے لئے مہیا ہوں جو مبعوث ہوگا اور مکہ میں وہ پیدا ہوگا۔ اس شہر مدینہ میں وہ ہجرت کرکے آئیگا۔ تھوڑے سے چھواروں پر اور قلیل غذا پر گزارہ کر لیا کریگا۔ بے زین کے خچر پر سوار ہوگا۔ اُس کی آنکھوں میں سُرخی ہوگی اور اُس کے دونوں شانوں کے مابین مُہرِ نبوت ہوگی۔ اپنے کندھے پر تلوار رکھےگا۔ اگر تم اُس سے لڑوگے تو وہ اس کی کچھ بھی پروا نہ کرے گا۔ سلطنت و شاہی اُس کی سمندر تک پہنچ جائے گی۔ کعب نے جواب دیا کہ اے محمدؐ (مصطفےٰ)! ایسا ہی ہوا تھا اور آپ میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔ اگر مجھے یہود کے طعنہ اور عیب جوئی کا خوف نہ ہوتا کہ (یہ لوگ کہینگے) کعب اپنے قتل سے ڈر گیا تو میں ضرور ایمان لے آتا اور آپ کی تصدیق کرتا۔ لیکن میں تو دینِ یہود پر ہی زندہ رہا اور اسی پر مروں گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا کہ اسے آگے بڑھاؤ اور اس کی گردن اُڑا دو۔ پس وہ قتل کر دیا گیا۔ پھر حیی بن اخطب آنحضرتؐ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اُسے دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا اے فاسق! تو نے اپنے بارے میں خدا کی کارروائی کیسی پائی؟ اُس نے عرض کی خدا کی قسم مجھے ہرگز اس بات کا افسوس نہیں ہے کہ میں نے آپ سے دشمنی کیوں کی، اور نہ میں آپکی دشمنی پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں۔ میں تو دل ہلا دینے والی کوششیں کرگزرا لیکن خدا جس کی مدد نہ کرے وہ تو آخر شکست ہی کھاتا ہے۔ پھر جب اُس کو گڑھے کے پاس قتل کے لئے لائے تو اُس نے یہ شعر پڑھا ؎

لَعَمْرِيْ مَا لَامَ ابْنُ اَخْطَبَ نَفْسَهٗ	وَلٰكِنَّهٗ مَنْ يَّخْذُلِ اللّٰهُ يُخْذَلِ

ترجمہ: "اپنی جان کی قسم (حیی) ابنِ اخطب نے اپنے نفس کو ملامت نہیں کی۔ لیکن جس کا خدا ہی ساتھ نہ دے اُس کا کوئی بھی ساتھ نہ دے گا" اس کے بعد اُس کی بھی گردن اُڑا دی گئی۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے تین دن تک ہر صبح و شام اُن یہودیوں کو قتل کیا۔ اور برابر فرماتے تھے ایہا الناس! ان کو شیریں پانی سے سیراب کرو۔ اچھے مزیدار کھانے کھلاؤ اور ان کے قیدیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو۔ خداوندِ عالم نے وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ سے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا تک کی آیتیں اسی بارے میں نازل فرمائیں۔ (دیکھو صفحہ ۸۶ سطر ۱۰)

تمام شد